

ماہنامہ

# پیامعرفات

رائے بریلی



## مسلمانوں کی حفاظت کا واحد ذریعہ

”آج میں سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اس روشنی میں جو اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو عطا فرمائی ہے، اس روشنی میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس ملک میں تمہارا رہنا مشکل ہو جائے گا اگر تم نے دین کے لیے خلوص کے ساتھ کام نہ کیا، اور جب وہ حالت پیدا ہوگی تو اس وقت نہ تمہاری دکانیں محفوظ رہیں گی، نہ تمہارے کارخانے محفوظ رہیں گے۔ یاد رکھو! حفاظت کا سامان اوپر سے ہوتا ہے، کسی ملک میں مسلمانوں کی حفاظت کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ وہ دین کے لیے جدوجہد کریں، اور دین کو اتنا طاقتور بنائیں کہ پھر اللہ تبارک تعالیٰ ان کی حفاظت اپنی طرف سے فرمائے، پھر ان کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا!“

**مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی**



₹ 10/-

مركز الإمام أبي الحسن الندووي  
دار عَرَفَات، تکيَّةِ كلاں، رائے بریلی

OCT 17

# صدائے برماء

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

میں ایسے گاؤں میں کہ جس کا نام بھی کبھی نہ سنا ہو، اس کے ایک کنارے پر جھونپڑا ہے، کسی بری مسلمان کا جو اردو کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا و پاپ پر بھی پہنچو، اس کے جھونپڑے میں جا کر اس کے قدم پکڑ لو اور اس سے کہو کہ اللہ کے بندے تو مسلمان ہے، مسلمان زندہ رہ اور مسلمان مر، اس کو ایسا کرو کہ ارتدا دا اس کی طرف رخ بھی نہ کر سکے جیسے کہ وہ کسی لو ہے کے قلعے میں محفوظ ہو جائے، اس طرح اسے محفوظ کر دو۔

اس کام کی فرصت ہے، معلوم نہیں کب تک فرصت ہے، لیکن ابھی کچھ فرصة ہے، اب اگر تم نے اس سے فائدہ اٹھایا اور کچھ کام کر لیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دین کی بقا کی صورت یہاں باقی رہے گی، بلکہ ترقی کرنے اور پھیلنے کا فیصلہ ہو جائے گا اور اس وجہ سے وہ تمہارے کاروبار، تمہاری عورتوں، تمہارے بچوں کو محفوظ کر دے گا اور تمہیں سرفراز و سر بلند کرے گا اور تمہیں اس ملک میں عزت دے گا اور کچھ تجھ نہیں کہ تم کو اللہ اس ملک کے انتظام کی ذمہ داری تمہارے ہاتھوں میں سونپ دے، اس لیے کہ یہ حکومتیں اور اقتدار اللہ کے دین کی محنت کی خیرات ہے، اللہ کے دین کی محنت کے قدموں کی خاک ہے۔

(تحفہ برماء، صفحہ: ۱۲۷-۱۲۵)

میرے بھائیو! میں شاید اس وقت ہوں تمہیں یاد دلانے والا اور شاید ریکارڈ موجود ہو یا نہ ہو، لیکن جو تم میں سے غور سے سنے گا وہ میری باتیں یاد کرے گا، میں کوئی صاحب فرات آدمی نہیں ہوں، میں کوئی روشن ضمیر آدمی نہیں ہوں، کوئی بزرگ نہیں ہوں جن کو مثلًا دس برس پہلے اللہ کی طرف سے کوئی بات دکھائی جاتی ہے، لیکن یہ بات اتنی موٹی ہے، اتنی کھلی ہوئی ہے جیسے کوئی بارش دیکھے، کڑک سنے، ہوا ٹھنڈی چلے اور وہ کہہ کہ بارش آنے والی ہے اور پانی بر سے والا ہے اور پانی برس جائے تو اس کو کوئی ولی نہیں مانتا، یہ تو پچھے بھی سمجھ سکتا ہے کہ بارش آنے والی ہے، اس طریقہ سے میں آپ سے کہتا ہوں کہ بہت سخت دن آنے والے ہیں، خدا کے لیے اس وقت اپنے کاروبار کو اتنی اہمیت نہ دو جتنی اہمیت دیتے رہے ہو، اس وقت دین کے لیے کچھ کرلو، صور پھونک دو ایمان کا، تو حید کا، رسالت کا، ایک مرتبہ برماء کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اسلامی تہذیب دینداری اور توحید کا صور پھونک دو، ایک ایک مسلمان کو اچھی طرح باخبر کر دو، ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر کہو کہ یہ دین اور یہ ایمان ہے، یہ کفر ہے، یہ شرک ہے، شرک کی نفرت مسلمانوں اور ان کے بچوں کے دل میں بٹھا دو، بچوں کی تعلیم کا انتظام کرو اور گاؤں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اردو اور هندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

# پیام عرفات

ماہنامہ

مرکز الامام أبي الحسن الندوی دارعرفات تکمیل کال رائے بریلی (یوپی)

شمارہ: ۱۰۰

اکتوبر ۲۰۱۷ء - محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

جلد: ۹

**سرپرست:** حضرت مولانا میمود ندوی مدظلہ (صدر، دارعرفات)

**نگران:** مولانا محمد واعظ رشید ندوی مدظلہ (جزل سکریٹری، دارعرفات)

## الیمان کا تقاضا

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقْاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ  
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ  
الْقَرِيْبَةِ الظَّالِمِيْمَ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾

(تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں ان بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر جنگ نہیں کرتے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایت کھڑا کر دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنادے)

(النساء: ۷۵)

### مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسني ندوی

مفتقی راشد حسین ندوی

عبدالسچان ناخدا ندوی

محمود حسن حسني ندوی

محمد حسن ندوی

### معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

محمد امغسان بدایوی ندوی

سالانہ زر تعاون:- Rs.100/-

Mail: markazulimam@gmail.com

فی شمارہ:-

پرائز پرasher محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرائز، مسجد کے پیچھے، چھاتک عبد اللہ خاں، بیزی منڈی، ایشیان روڈ، رائے بریلی سے طبع کراکروفرز "پیام عرفات" پرائز پرasher محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرائز، مسجد کے پیچھے، چھاتک عبد اللہ خاں، بیزی منڈی، ایشیان روڈ، رائے بریلی سے طبع کراکروفرز "پیام عرفات" مرکز الامام أبي الحسن الندوی، دارعرفات، تکمیل کال رائے بریلی سے شائع کیا۔ [www.abulhasanalinaladwi.org](http://www.abulhasanalinaladwi.org)

# چلا ہوں سوئے طیبہ

نتیجہ فکر:-

شیخ الہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ

بڑھاپا ہے چلا ہوں سوئے طیبہ  
لرزتا، لڑکھڑاتا سر جھکائے  
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری  
پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے  
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا  
تو چکرا کر قدم بھی ڈگ مگائے  
نه بیٹھا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی  
کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے  
کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی  
کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے  
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے  
ڈیا والا مری نیا لکھائے  
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی  
وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے

# فہرست

- حالات کی تبدیلی اور ہماری ذمہ داری (اداریہ) ..... ۳
- بلال عبدالحی حسین ندوی ..... مسلمانوں کی کامیابی کا راز۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ... ۴
- حضرت مولانا سید محمد راجح حسین ندوی مظلہ صحابہ کرامؐ کی چند امتیازی خصوصیات ..... ۶
- مولانا سید عبداللہ حسین ندوی ..... توحید کیا ہے؟ ..... ۸
- بلال عبدالحی حسین ندوی ..... مسجدۃ تلاوت کے احکام ..... ۱۰
- مفتی راشد حسین ندوی ..... اولیائے کرام کا مقام و مرتبہ ..... ۱۲
- عبدال سبحان ناخدا ندوی ..... روہنگیائی مسلمان۔ دنیا کی مظلوم ترین قوم ..... ۱۵
- ڈاکٹر یامین انصاری ..... محبت رسول ﷺ ..... ۱۷
- محمد ارمغان بدالیوی ندوی ..... خون مسلم کی ارزانی۔ اراکان کے مظلوم مسلمان ..... ۱۸
- محمد تقیس خاں ندوی ..... محمد تقیس خاں ندوی ..... ۱۹

مدیر کے قلم سے

## حالات کی تبدیلی اور ہماری ذمہ داری

بلال عبدالحی حسین ندوی

بیسوی صدی کا جب آغاز ہونے کو تھا تو اس کا بڑا چاکیا جا رہا تھا کہ یہ صدی مسلمانوں کی ہوگی، اس میں کوئی شبہ نہیں اور پچاس سالوں میں مسلمانوں میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہوئی ہے، اور اس کی توقعات کی جا رہی تھیں کہ حالات کروٹ لیں گے اور شاید افق سے مسلمانوں کے لیے ایک نیا سورج لکھے گا، مگر حالات نے دوسرا کروٹ لی اور اس وقت مسلمانوں کے لیے زمین اس طرح بٹک کی جا رہی ہے کہ ”بدا الاسلام غربیا و سیعود کما بداؤ“ کی تصویر آنکھوں کے سامنے ہے۔

اسلام کا آغاز بھی کمپرسی کی حالت میں ہوا تھا، اور یہ زبانِ نبوت کی پیشین گوئی ہے کہ وہ دوبارہ اسی کمپرسی کی حالت کو پہنچے گا، ان حالات میں بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جو اسلام کو سینے سے لگائیں گے اور ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کے لیے تیار ہیں گے۔ آج جو حالات ہیں ان کا مختصر دل سے اگر جائزہ لیا جائے تو اس کے پیچے کچھ اپنوں کی بھی نادانیاں ہیں، ہم جتنا خود بیدار نہیں ہوتے، دشمنوں کو ہوشیار کر دیتے ہیں، اسلامی بیداری کا اتنا ڈھنڈ و راپیٹا گیا کہ پورا یورپ امریکہ اور مسلمانوں کے سارے حریف کمرکس کرتیار ہو گئے، خود یورپ میں کتابیں لکھی گئیں، ”شمس الاسلام تطلع علی الغرب“ (اسلام کا سورج مغرب میں طلوع ہو رہا ہے) کتاب نے کان کھڑے کر دیے اور یقیناً اسلام کی حقانیت و جذابیت نے نہ جانے کتنوں کو اسلام کی طرف ھینچا، ان ساری چیزوں نے پوری دنیا میں اسلام موفیہا (Islamophobia) کا ایک ایسا ہوا اکھڑا کر دیا کہ ”الکفر ملة واحدة“ (کفر ایک ملت ہے) کی حقیقت پھر سامنے آگئی۔

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہو رہا ہے، شاید یہ قریبی صدیوں میں اس کا سامنا کرنا پڑا ہو، اس میں اپنی بد اعمالیوں اور نزاع باہمی کا بھی بڑا حصہ ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ دشمن اپنی طاقت کے ساتھ ہوشیار ہے اور ہم اپنی کمزوریوں کے باوجود غافل ہیں۔ یہ غفلت اور کمزوری انفرادی بھی ہے، اجتماعی بھی اور ملکوں کی سطح پر بھی ہے، مسلمانوں کے ساتھ (۲۰) ملک کہے جاتے ہیں، لیکن کس میں اسلام کی قوت و شوکت کی رقم نظر آتی ہے؟

روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے، اس کو سن کر کلیج منہ کو آجائیں، انسانیت کا جس طرح بغاٹا جو وہاں ناچا جا رہا ہے، اگر وہ مسلمانوں کے علاوہ اور کسی کے ساتھ ہوتا تو شاید دنیا چیخ پڑتی، لیکن افسوس کہ مسلمان ملکوں کے منہ میں زبان نہیں، سوائے چند بامیت ملکوں کے جو اپنی کوشش میں مصروف ہیں، خاص طور پر ترکی نے ایک بہتر کردار ادا کیا ہے، کنڑا کے صدر نے بھی سوچی سے فون پر قدرے دھمکی آئیز انداز میں بات کی ہے، اور بھی کچھ مظاہرے اور احتجاجات چل رہے ہیں، لیکن جو کچھ روہنگیا میں ہوا اس کے لیے یہ علاج کافی نہیں۔

ملکوں کی سطح پر جو ہو رہا ہے وہ اپنی جگہ، اس سے بڑھا افسوس کی بات ہے کہ انفرادی سطح پر اور جماعتیں کی سطح پر اندر وطن خانہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس سے بڑھ کر خطرناک ہے۔

ہندوستان میں جو حالات ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، لیکن کیا اس کے بعد مسلمانوں میں کوئی باقاعدہ تبدیلی نظر آ رہی ہے، اپنی کمزوریوں پر کیا ہم لوگ سمجھدگی سے غور کرنے کے لیے تیار ہیں، اور کیا ہم کسی بھی درجہ میں ایک اجتماعیت کو لے کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں، یہ سب سوالات ہیں جن پر ہم کو خود غور کرنا ہے اور یہ ہمارے دائرہ اختیار کی چیزیں ہیں، ہمارے اختیار سے باہر کے جو معاملات ہیں ان میں سوائے دعا کے اور اپنی بات کہہ دینے کے اور کیا حل ہے، کم از کم ہم امت کے لیے دعا کریں، دل میں اس کا درد ہو اور اپنے اختیار میں جو ہو وہ عمل میں لانے کی بھرپور کوشش کی جائے، مختلف میدانوں میں جب ہم اس طرح آگے بڑھیں گے تو یقیناً آنے والا وقت ہماری کامیابیوں کو لے کر آئے گا۔

## مسلمانوں کی گامیانی کا راز

### کتاب اللہ اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

**حضرت مولانا سید محمد رابع حنفی ندوی مدظلہ**

نبی اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے قبل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ وصیت فرمائی کہ میرے بعد گمراہی سے بچنے کے لیے دو چیزوں سے ہرگز غافل نہ ہو جانا، ایک "اللہ کی کتاب"، اور دوسرے "میری سنت"، ظاہر بات ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ وصیت صرف صحابہ کے لیے نہیں تھی، بلکہ عمومی طور پر یہ وصیت پوری امت مسلمہ کے لیے ایک پیغام ہے، اور اس بات کا اشارہ ہے کہ جب بھی امت بے راہ روی کا ڈکار ہوگی تو انہیں دو چیزوں میں کوتاہی اس کا ایک بنیادی سبب ہوگی، صحابہ کرام نے اس چیز کو مضبوطی سے پکڑا تو ساری طائفتیں ان کے سامنے گردھیں اور آج مسلمانوں نے اس سلسلہ میںستی برتنی تو نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ "قرآن" اور "سنت" دین اسلام کی اصل روح ہیں، مگر افسوس کی بات ہے کہ ان دونوں کی معنویت کا احساس دلوں سے لکھتا جا رہا ہے، قرآن مجید کو محض تلاوت اور امراض سے شفا کی کتاب سمجھ لیا گیا ہے، اور سنت نبی ﷺ کا تذکرہ صرف مجلسوں اور تقریروں کی حد تک ہی نظر آتا ہے، اور ان دونوں چیزوں سے زندگی کے ہر ہر گوشہ میں کس طرح رہنمائی حاصل کرنا چاہیے، جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہم واقعہ مسلمان ہیں اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔

غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس کی بنیاد پر یہ دنیا اپنی تمام ترقیات و پیشی کے باوجود آسان والوں سے نگاہیں ملاتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کو عظیم ترین شعائر اللہ میں شمار کیا ہے، اس کی بھی وجہ ہے کہ یہ دونوں وہ انسوں نعمتیں ہیں جن سے اس دنیا کو زندگی گزارنے کا سلیقہ نصیب ہوا، واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایسا مجھہ ہے جس کو سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہے، اس کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنٹ رکھا ہے جو عام کتابوں میں نہیں پایا جاسکتا، لیکن یہ محض اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم اس کو پڑھ سکتے

ہیں، اور اس کو چھو سکتے ہیں، اور اس کو کسی حد تک سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور اس کی تفسیر بیان کر سکتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے کلام کو انہیں الفاظ میں پڑھنا اور سنتا یقیناً انسانی قوی سے باہر کی بات ہے، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام پر الفاظ کا ایسا خول چڑھا دیا ہے جس کی وجہ سے ہم اور آپ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، گویا جس طرح بھی کا کرنٹ کوئی نہیں چھو سکتا لیکن جب اس پر تار کا خول چڑھ جائے تو ہر کوئی چھو سکتا ہے، اسی طرح قرآن مجید کے معانی کو پرداشت کرنا الفاظ کی شکل میں انسانوں کے لیے آسان ہو گیا، کیونکہ ان پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے الفاظ کا خول چڑھا دیا، اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن مجید صرف الفاظ کے اعتبار ہی سے مجھزہ نہیں ہے بلکہ اپنے معانی کے اعتبار سے بھی مجھزہ ہے، قرآن مجید کے ظاہری الفاظ بھی یقیناً ایک مجھزہ ہیں، اور وہ صرف عربی ادب ہی کا شاہکار نہیں، بلکہ ادب تو اس کے سامنے بہت نیچے کی چیز ہو جاتی ہے، غور کیا جائے تو قرآن مجید کے الفاظ فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ سے اعلیٰ معیار ہیں، جن کو سننے ہی سے انسان کی زندگی تبدیل ہو جائے، اسی طرح قرآن مجید اپنے معانی کے اعتبار سے بھی مجھزہ ہے، اب اگر کوئی شخص معانی قرآن کو اسی اپرٹ کے ساتھ سمجھ جائے یا سمجھنے کی کامیاب کوشش کر لے تو پھر اس کا معاملہ غیر معمولی بلند ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کے سلسلہ میں یہ پہلو بہت غور طلب ہے کہ اس کی فصاحت و بلاغت کے چرچے تو ہوئے، لیکن اس کے اعجاز بیانی اور اس کی سراپا رحمت تعلیمات کا تذکرہ ہم مسلمان اس طبقہ تک شاید ابھی نہیں پہنچا سکے جس کے ذہن ایسی بیش بہا خزانوں سے معمور کتاب کے متعلق مسموم ہیں، اور وہ اس کو ابھی تک بھی سمجھتے ہیں کہ یہ محض جنگ و جدال کی تعلیمات وائی کتاب ہے، ظلم و قتال کا مزاج بنانے والی کتاب ہے، اس میں افساد کا نبات کی تعلیمات کے سوا کچھ نہیں ہے، حالانکہ قرآن مجید کی تعلیمات پر جب غور کیا جائے تو انسان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ نائن الیون کے واقعہ کے بعد کچھ لوگوں میں یہ تحس پیدا ہوا کہ وہ قرآنی تعلیمات کا برآ راست تنقیدی مطالعہ کریں اور اس میں بیان کردہ دہشت گردی پر مبنی تعلیمات کا مفصل جائزہ لیں، چنانچہ ایک امریکی اخبار کی رپورٹ کے مطابق وہاں کے مکتبوں سے اس

کی سر اپارحت تعلیمات کا دو ہر اثر پڑتا تھا، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مخاطب پر شخصیت کا بھی بجائے خود غیر معمولی اثر پڑتا ہے، سیرت میں کتنے واقعات ایسے موجود ہیں کہ بہت سے لوگ نبی ﷺ کے قتل کا ارادہ کر کے آئے اور سامنے آنے کے بعد جیسے ہی حضور ﷺ نے معلوم کیا ”کیوں آئے ہو؟“ بس فوراً ان کے دل موم ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کا مقعِ بننے سے نہ رُک سکے، تو اسی طرح حضور ﷺ جب صحابہ کو کچھ کرتے دیکھتے اور اس میں رہنمائی کی ضرورت محسوس فرماتے تو فوراً آپ ﷺ کو صحابہ کو کبھی کہہ کر توجہ دلاتے اور کبھی خود اس کو صحیح طریقہ پر انجام دے کر توجہ دلاتے اور صحابہ کرام اس طریقہ کو اپنے لیے کامیابی کی شاہکلید تصور کرتے۔

افسوں کی بات ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کو مسلمانوں نے اس ناجیہ سے کم دیکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو وضو، نماز، حج اور کھانے پینے کی حد تک تو یاد رکھا گیا لیکن پوری زندگی آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے سے تعبیر ہو جیسا کہ صحابہ کی تھی، اس کا تصور دھندا ہو گیا، شاید اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہی ہو کہ سیرت کی کتابوں میں آپ ﷺ کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات میں سے غزوات کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی اور زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو ان کے ضمن میں کر دیا گیا اور سیرت کا جو اصل پیغام ہونا چاہیے کہ اس کے مطالعہ کے بعد انسان کے اندر سے اتباع سنت کا جذبہ اٹھے وہ مفہود ہوتا گیا، جب کہ غزوات سیرت کا ایک جز ہیں، جو مسلمانوں میں حمایت اسلام کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے یقیناً ضروری ہیں، لیکن غیروں کے لیے کوئی توجہ طلب موضوع نہیں ہیں، نبی ﷺ نے ان غزوات کے لیے جو اسفار کیے اگر ان اسفار میں بھی جو فروع انسانیت سے لبریز تعلیمات ہیں ان پر خصوصی توجہ دی جاتی تب بھی یہ بات دعوت کے کام میں بڑی مفید ثابت ہوتی، مگر زیادہ تر محض جنگوں کے تذکرے سے غیروں نے یہ سمجھا کہ اسلام ظلم و تشدد کا مزاج رکھتا ہے، موجودہ دور میں خود مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی ذہنیت خراب ہونے کی بھی وجہ ہے کہ ان کے سامنے ابھی تک سیرت کا وہ پہلو اجاگر نہیں ہوا جو ان کے لیے دوچھپی کا موضوع ہو، اس وقت کی بڑی ضرورت ہے کہ یہ دو انسوں تحفہ انسانیت کے سامنے پیش کیے جائیں۔ (گفتگو پر منی)

دوران تقریباً چالیس یا پچاس ہزار قرآن کے نئے ختم ہو گئے، جبکہ ایک بڑی تعداد اس تقیدی مطالعہ ہی کے طفیل مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کو تقیدی نگاہ سے دیکھنے والا تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس کی تعلیمات سے مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ تو اگر ہم مسلمان یہ طے کر لیں کہ اس کی تعلیمات کو دوسروں کے سامنے بیان کرنا ہے اور خود اس پر ایسا عمل کرنا ہے کہ ہماری زندگی قرآنی زندگی بن جائے تو بلاشبہ ایسے مادیت سے لبریز دور میں انسانیت کے لیے یہ بڑی اچھی کوشش ہو گی جہاں ہر کوئی امن و سکون کا مثالیٰ ہے۔

”سنّت نبوی ﷺ“ وہ سرہدی فتحت ہے، جس سے زندگی گزارنے کا قریب نصیب ہوتا ہے، آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ان تمام گوشوں کی طرف بھر پور رہنمائی فرمادی جن کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے، روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ایک صحابی سے کہا کہ تمہارے نبی عجیب ہیں وہ تمہیں قضاۓ حاجت کا طریقہ بھی سمجھاتے ہیں، صحابی نے جواب دیا: ہاں، اس میں کوئی مشکل نہیں کہ وہ ہم کو یہ تمام باتیں سکھلاتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غیروں میں بھی اس بات کے خوب تذکرے تھے کہ یہ وہ نبی ہیں جو اپنے قبیعین کو زندگی کا ایک ایک جز سیئے سکھاتے ہیں اور ان کے مانے والے بلا تردد اس پر بخوبی عمل کرتے ہیں۔

غور کیا جائے تو نبی اکرم ﷺ کا پوری زندگی تعلیم و تربیت سے عبارت تھی، ایسا نہیں تھا کہ کوئی وقت متعین ہو اور اس میں تمام صحابہ جمع ہو جاتے ہوں اور آپ ﷺ کا وعظ ہوتا ہو، اور آپ ﷺ مختلف موضوعات پر بھر پور رہنی ڈال دیتے ہوں، یقیناً ایسا بھی ہوتا تھا کہ مسجد میں آپ ﷺ لوگوں کو اکثر سمجھاتے تھے، لیکن ایسا بہت زیادہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ اس ضرورت کے مطابق موقع کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے، اگر بازار کی طرف گزر رہا تو لوگوں کو تجارت کے فضائل بیان فرمائے اور تجارتی غلط حرکتوں پر تنہیہ کی، اگر لوگوں کو جھگڑا کرتے دیکھا تو ان کو سمجھایا، اگر آپ کسی سفر پر ہیں تو اس میں حسب حالات لوگوں کو سمجھاتے تھے، اس طرح آپ ﷺ ہمہ وقت ایک تربیتی نظام جاری رکھتے تھے اور صحابہ کرام کو اس سے بڑا فائدہ ہوتا تھا، اس لیے کہ نبی ﷺ لوگوں کے حالات دیکھ کر بر وقت ان کو نصیحت کرتے تھے، تو اس طرح خود نبی اکرم ﷺ کی شخصیت اور آپ

نشینی اتنی ہی اثر انگیز، معنی خیز اور انقلاب انگیز ہو گی۔

رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر کون کامل ہو سکتا ہے، آپ کاملوں کے سردار، انبیاء کے امام، اور اہل نبوت و رسالت، اہل ولایت اور معرفت، اہل صدق و صفا، ارباب جود و عطا اور اصحاب تائشیر و انقلاب کے سرگروہ اور سرخیل تھے، اس لیے آپ کی صحبت میں جو بیٹھا کندن بن کر لکلا اور ایمان کی نظروں سے جس نے زیارت کر لی وہ ایمان و یقین کی آخری منزلوں تک جا پہنچا اور چشم زدن میں محراج ولایت حاصل ہو گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ ایمانی قوت ہے جو بڑے بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے، لیکن ایک عالی مرتبت پیغمبر خدا کی تھوڑی دیر کی ایمان کے ساتھ صحبت نے ان کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کو زیر نہیں کر سکی۔

صحبت کی جو برکتیں اور فیوض ہیں وہ کسی اور طریقہ سے حاصل ہو ہی نہیں سکتے، رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی شرط ایمان تھی اور علماء ربانی اور مشائخ تھانی کی صحبت کی شرط اخلاص ہے اس لیے بہت سے وہ لوگ صحبت میں رہ کر بھی اس کی بركات و فیوض سے محروم رہ جاتے ہیں جو اخلاص سے محروم رہ کر صحبت اختیار کرتے ہیں۔

**۱- ایمان و تصدیق:** دوسری صفت جو صحابہ کرام کو دوسروں سے ممتاز اور ان کو جدا گانہ حیثیت عطا کرتی ہے، وہ ان کی صفت ایمان اور دل کا یقین اور رسول اکرم ﷺ کی تصدیق ہے، انہوں نے جب رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ کو ان لیا تو پھر دل و جان سے تصدیق کی، ہر طرح کے ٹکوک و شبہات اور اعتراضات واشکالات سے ان کے قلب و دماغ محفوظ ہو گئے، قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں، ان کے دل کے دروازے اور دماغ کی گر ہیں کھل چکی تھیں، ٹکوک و شبہات کی جگہ ایمان و یقین نے لے لی تھی اور اعتراضات کے بادلوں اور لشکروں کو معرفت و تصدیق نے چھانٹ دیا تھا اور زیر کر لیا تھا اور ان کو آیات قرآنی اور تعلیمات نبوی کے لیے دلائل کی ضرورت نہ رہ گئی تھی، اگر کوئی منکر اسلام اور منافق، اشکال و اعتراض اشکال کران کو تذبذب اور ارتباں کا شکار پننا چاہتا تو اس کو چپ اور مطمئن کرنے کے لیے اس طرح دلیل پیش کر دیتے کہ کسی قسم کا کوئی اعتراض واشکال باقی نہ رہ جاتا، گویا وہ دلائل کے محتاج نہ تھے بلکہ دلائل میں پھنسی اور ابھی طبیعتوں کو مطمئن کرنے کے لیے

## صحابہ کرامؐ کی چند انتیازی خصوصیات

مولانا سید عبد اللہ حسني ندوی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت وہ پاکیزہ مقدس اور معیاری جماعت تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی کمالات اور معیاری صفات سے حصہ و افر عطا فرمایا تھا، مرتبی اعظم رسول اکرم ﷺ نے ان کی تربیت فرمائی، ایمان و یقین سے ان کے دل و دماغ منور و محصور ہو گئے، آپ ﷺ نے ان کی صلاحیتوں کو جو آپسی خوزینہ جنگوں، قبائلی منافرت، هرگز وکفر کی آلودگیوں میں ضائع ہو رہی تھیں، ٹھکانے لگایا اور ایسی قوم کو جو دنیا سے کنارہ کش تھی اور دنیا بھی ان کو کسی طرح کی اہمیت دینے کو تیار نہ تھی، قیادت و سیادت، عظمت و سر بلندی کے اس مقام پر فائز کر دیا جس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اس پیکر حسن و جمال، تربیت نبوی سے آراستہ و پیراست، اوصاف انسانی اور کمالات بشری سے متصف بلکہ اس کے لیے نمونہ اور معیاری جماعت کی چند نمایاں اور انتیازی خصوصیات درج کی جاتی ہیں، ہنار کے ایک طرف ان کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اور ضرورت معلوم ہوا اور دوسری طرف معاشرہ کے افراد اپنی کوتا ہیوں اور عیوب کا ازالہ کر سکیں اور اس آئینہ شفاف سے اپنی صورت گردی کر سکیں۔

**۲- صحبت بابرکت:** پہلی صفت جو صرف اور صرف انہیں کا حصہ ہے جس کے ذریعہ وہ ایمان و یقین کی ان بلندیوں اور اوصاف و کمالات کی ان رفتگیوں تک پہنچے جس کا مقابلہ پوری انسانیت بھی مل کر نہیں کر سکتی، وہ نبی پاک ﷺ کی صحبت بابرکت اور آپ کی مجلس نشینی کی سعادت اور ایمان کے ساتھ آپ کا دیدار اور زیارت ہے، یہاں تک کہ صحابہ کرام پر (متنوں اور مختلف بلکہ متضاد صفات کے حامل ہونے کے باوجود) صحبت کی صفت غالب آئی اور ان کا لقب قرار پا گئی، گویا صحبت نبوی ان کی ایک ایسی انفرادی صفت تھی کہ اس جماعت کا نام ہی "صحابہ" پڑ گیا، "رضی اللہ عنہم" و ارضامہم و ارزقنا اتباعہم و حبہم" جس سے صحبت کی اہمیت اور اس کی اثر انگیزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، جو جتنا کامل ہو گا اس کی صحبت وہم

اطاعت و فرمانبرداری کو دیکھا جائے تو اس کی نظر نہیں ملے گی کہ کس طرح صحابہ کرام نے سمع و طاعت کو بنایا کر دکھادیا۔

**۳- ذہنی پختگی اور عقلی بلوغ:** صحابہ کرام کی چوتھی صفت ذہنی پختگی، عقلی بلوغ اور ذہنی و دماغی تربیت کا کمال ہے، اگر ایک طرف وہ سرا فکنندگی، سپردگی، اطاعت و فرمانبرداری اور تسلیم و رضا کے امام تھے تو دوسری طرف ذہنی و عقلی صلاحیتوں سے پورا پورا استفادہ کرتے تھے اور ان کا صحیح استعمال جانتے تھے؛ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی غیر معمولی تربیت اور نگرانی میں ان کے ذہن و دماغ کو اس طرح تیار کر دیا تھا کہ انہے بہروں کی طرح زندگی نہ گزاریں، جایجیا، حق ناحق، تقید و پیروی کی راہ نہ اپنائیں، ذہن کو کھلا رکھیں، عقل و دانش کا استعمال کرتے رہیں، شاہراہ شریعت اور جادہ سنت پر بصیرت کے ساتھ گامزن ہوں تاکہ کوئی شیطانی وسوسہ یا غالط سازش ان کی راہ کھوٹی نہ کرنے پائے، جس کا اصول آپ ﷺ نے یہ کہہ کر بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز ہے، کوئی انسان اس لائق نہیں کہ اس کے ساتھ خدا کا سامعاملہ کیا جائے اور اس کی بات کو خدائی حکم کا درجہ دیا جائے، بڑوں کی اطاعت چاہے امیر ہو یا شیخ، پیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا عالم اس حد تک کی جائے جسکی اجازت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دی ہے۔

**۴- اخلاص اور خواہشات پر قابو:** صحابہ کرام کی پانچویں صفت اخلاص و للہیت، خواہشات نفس پر قابو ہے، اس پاکیزہ و ممتاز جماعت کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ کوئی کام بھی ذاتی غرض اور منفعت کے پیش نظر کسی نیت بد کے نتیجے میں نہیں کرتے تھے، وہ ہر کام اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کرتے، اللہ کے رسول ﷺ نے جو خود مخلصوں کے سردار تھے، ان کے دل و دماغ کو اخلاص کے ساتھ میں ڈھال دیا تھا اور وقتاً فوتاً ان کے سامنے اس کی اہمیت اور عند اللہ مقبولیت واضح فرماتے رہتے تھے، بنیادی طور پر آپ ﷺ نے یہ اعلان فرمادیا تھا کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، تنہا ظاہری اعمال چاہے وہ کتنے ہی بھلے اور اچھے معلوم ہوتے ہوں، کیسے ہی خوشنما ہوں اگر وہ روح اخلاص سے خالی، نیت بد سے داغدار کئے جا چکے ہیں تو عند اللہ ذرا بھی قابل قبول نہ ہوں گے.....

(باقی صفحہ نمبر ۱۲ اپر)

دلائل پیش کر دیا کرتے تھے، کیونکہ دلائل کی محتاجی اکثر انہیں کو پیش آتی ہے جو پہلے سے تذبذب کا شکار اور شکوک و شبہات سے زار و نزار ہوتے ہیں۔

آج کل کے ہمارے پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ حضرات نبی نبی ایجادات اور سائنسی دنیا کے انقلابات سے ایسا مرعوب ہو چکے ہیں کہ قرآنی نصوص اور صحیح نبوی تعلیمات کو بھی اس پر رکھ کر پر کھتے ہیں اور ایمان ایسا کمزور ہو گیا ہے کہ ان نصوص میں تبدیلی کے علمبردار بن جاتے ہیں، خود تو بدلتے نہیں قرآن کو بدلتے ہیں۔

**۵- اطاعت و فرمانبرداری:** تیسرا امتیازی صفت صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت اور فرمانبرداری ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کو آخری حکم، فیصلہ کو آخری فیصلہ سمجھنا اور اس کو دل و جان سے تسلیم کرنا ان کا ایسا شعار بن گیا تھا کہ انہوں نے اپنے جذبات کی لگام آپ ﷺ کو دے دی تھی، آپ ﷺ کی زبان سے بات لکھی اور ادھر عمل کے لیے قدم اٹھے، یہ امتیاز کرنا مشکل ہونے لگا تھا کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے لفظ پہلے لکھا ہے یا عمل کے لیے قدم پہلے اٹھے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود مسجد میں داخل ہونے والے ہیں کہ اچانک کان میں یہ آواز آتی ہے کہ بیٹھ جاؤ! وہیں بیٹھ جاتے ہیں، یہ گوارہ نہیں کہ رسول ﷺ کی آوازن لینے کے بعد آگے بڑھ جاتے، جتنے قصے قصیے پیش آتے تھوڑہ دربار رسالت ماب میں پہنچ کر فوراً ختم ہو جاتے تھے، اور یہ کیفیت آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی باقی رہی کہ جب کوئی مسئلہ پیش آیا اور اس میں رسول ﷺ کا حکم مل گیا فوراً مسئلہ حل ہو گیا۔

سخت سے سخت مجاز پر، بڑی سے بڑی جنگ میں اور خطرناک سے خطرناک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے جان و مال اور اہل و عیال کی پرداہ کئے بغیر کو دپڑنا ان کے لیے با میں ہاتھ یا بچوں کا حکیم تھا، لیکن ان کا امتیاز یہ بھی ہے کہ جنگ آزمودہ ہوتے ہوئے اور جان جو حکم میں ڈال کر بڑے سے بڑا معزکہ سر کر لینے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود جب برداشت کا موقع آیا اور خاموش رہ کر بلکہ ظاہری اعتبار سے دب کر صلح کرنے کا موقع آیا تو اس وقت بھی اطاعت و فرمانبرداری سے دست کش نہیں ہوئے، جس کی کھلی مثال صلح حد پیغمبر کا واقعہ ہے اگر اس نظر سے غزوہ اور سرایا کا مطالعہ کیا جائے اور صحابہ کی

علیہ السلام نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور فرمایا کہ میرے جیل کے ساتھیوں سوچو تو کہ متفرق رب بہتر ہیں یا ایک اللہ، جو ایک بھی ہے اور زبردست بھی ہے، غالب بھی ہے، پوری طرح ساری طاقت اس کے پاس ہے، انہوں نے یہ سوال اس لیے کیا تاکہ ان کے ذہن میں ایک جس پیدا ہو، سوچنے کی ایک صلاحیت پیدا ہو، وہ غور کریں کہ واقعہ یہ جو طریقہ ہم لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے، یہ سچ ہے یا غلط، اس کے بعد فرمایا کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، وہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتنا تاری، جن لوگوں کو تم پوچھتے ہو، ان کی کیا حقیقت ہے؟ بس تم نے اپنی طرف سے ان کو گڑھ لیا کہ گویا تمہارے دیوی دیوتا ہیں، تمہارے معبدوں ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتنا تاری، اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کے سوا کوئی معبدوں ہے، اس کے سوا کسی کے پاس طاقت ہے، جب اللہ نے یہ بات نہیں کہی اور اسی کے پاس سب کچھ ہے، تو اپنی طرف سے تم نے جو چند نام رکھ لیے ہیں، اور تم ان کو پوچھتے ہو، ان کو تم خدائی میں شریک کرتے ہو، یہ تمہارے لیے کہاں تک درست ہے؟ جب کہ حکومت صرف اللہ کے لیے ہے، سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے، اس نے یہ حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی بندگی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، سیدھا راستہ یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے، اسی کی عبادت کی جائے، اسی کے آگے سر جھکایا جائے، لیکن لوگ نہیں جانتے، اور خدا جانے کہاں کہاں وہ سرمارتے ہیں، اور کون کن لوگوں کو مشکل کشا اور حاجت روکھتے ہیں، اور ان کے سامنے جا کر اپنی ضرورتوں کو رکھتے ہیں، تو لوگوں کے نہ جانے کا یہ نتیجہ ہے، لیکن اگر لوگ غور کریں اور سوچیں تو پھر ان کو وہ سرمال سلتا ہے، اگر نہیں سوچیں گے تو جوغلط راستہ ہے اسی پر وہ چلتے رہیں گے۔

### آپ ﷺ کی بشریت:

(﴿فُلِّ إِنَّمَا..... أَحَدًا﴾) (الکھف: ۱۱۰)

(کہہ دیجیے کہ میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں، میرے پاس یہ وجہ آتی ہے کہ تمہارا معبد و صرف ایک معبد ہے، بس جو اپنے رب سے ملاقات کی آرزو رکھتا ہوا سے چاہیے کہ وہ اچھے ہی کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو بھی سما جبھی نہ پھرائے)

اس آیت میں آپ ﷺ نے اس کی صراحت کر دی کہ میں بشر

لکھنؤ پرہ

## تو حید کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

### دعوت توحید کا ایک انمول نمونہ:

(﴿يَا صَاحِبَيْ..... يَعْلَمُونَ﴾) (یوسف: ۳۹-۴۰)

(اے میرے جیل کے دونوں ساتھیوں! کمی معبد جدا جدا بہتر ہیں یا ایک اکیلا اللہ جو زبردست ہے، تم اللہ کو چھوڑ کر جس کو پوچھتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں، اللہ نے اس کی کوئی سند نہیں اتنا تاری، حکومت تو صرف اللہ کی ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی بندگی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں)

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں اپنے ساتھیوں کو دعوت دی تھی، توحید کی بات سمجھائی تھی، اس آیت میں اسی کا ذکر ہے، یہ قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے کہ ان کے جیل کے دوساری ان کے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے آئے تھے، تو انہوں نے کہا کہ ہاں، خواب کی تعبیر تو تمہیں ضرور بتائیں گے، لیکن ابھی کھانا آنے والا ہے، وہ کھانا آجائے، اس کے بعد ہم بتا دیں گے، اب یہ جو نیچ کا وقت ان کو ملا، اس کا انہوں نے استعمال کیا، وہ جانتے تھے کہ یہ مشرک ہیں، لہذا حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے سامنے دعوت پیش کی، اور یہ اصول ہوتا ہے کہ آدمی کی جب ضرورت کسی سے متعلق ہو جاتی ہے، تو اس کی بات آدمی توجہ سے سنتا ہے، اب وہ دونوں لوگ خواب کی تعبیر پوچھنے آئے تھے، تو انہوں نے کہا، میں ضرور بتاؤں گا، لیکن کچھ دیر بعد بتاؤں گا، گویا ان سے ان دونوں کی ضرورت متعلق ہو گئی، تو اس لیے ان کو توجہ بھی ہوئی، جس سے حضرت یوسف علیہ السلام نے فائدہ اٹھایا تمہاری بات سن سکتے ہیں، تمہاری طرف متوجہ ہیں، ان کو مت چھوڑو، ان کو صحیح بات بتاؤ، توحید کی دعوت دو، جو بھی ان سے غلطیاں ہو رہی ہیں، ان کی طرف ان کو متوجہ کر دو کہ یہ گناہ ہیں جو تم سے سرزد ہو رہے ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو، غرض کہ حضرت یوسف

کو لے کر بھی آجاتے، تب بھی لوگ شبہ کرتے، کیونکہ شبہات والے جو ہیں وہ گویا یہ بات طے کر لیتے ہیں کہ تم کوبات نہیں مانتی ہے، ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگادیتا ہے، لیکن اللہ جس کے لیے راستہ کھولتے ہیں، اس کے لیے راستہ کھلتا ہے، مگر راستہ جسمی کھلتا ہے جب آدمی دل میں نرمی پیدا کرے، اور بات جو بھی کہی جا رہی ہے اس کے بارے میں غور کرے، غور کرنے کی اللہ نے جو صلاحیت رکھی ہے اس کا استعمال کرے، پہلے ہی مرحلہ میں آدمی جو اختیار کر لے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ یہ بات کہی کہ جن لوگوں نے کفر طے کر لیا، ان کے لیے ہر بات برابر ہے، آپ ان کو ذرا میں یا نہ ذرا میں، یہ ماننے والے نہیں، جنہوں نے ایک بات طے کر لی کہ ہم کو نہیں ماننا تو ان کو آدمی کتنا ہی کہے یہ نہیں مانیں گے، اسی لیے اس کی مثال دی جاتی ہے کہ اگر آدمی کوئی سورہ ہے، آپ اس کو جگائیے وہ جگ جائے گا، لیکن کوئی سوتا بنا ہوا ہے، تو آپ کتنا ہی جگائیے وہ نہیں اٹھے گا اور سوتا بنا رہے گا، تو جو کوئی بات طے کر لیتا ہے، اس کو سمجھانا بڑا مشکل ہے، جو سوتا بنا ہوا ہے اس کو جگانا بہت مشکل ہے، جس نے طے کر لیا کہ ہم کو نہیں ماننا، آپ کتنا ہی سمجھائیے، اس نے جب ایک بات طے کر لی ہے کہ ہم کو نہیں ماننا ہے، اس کے سمجھ میں آرہا ہے لیکن کہتا ہے کہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے، ایسے ہی یہودیوں کا حال تھا وہ آپ ﷺ کو ایسے ہی پوچھانتے تھے جس طرح آدمی اپنی اولاد کو، اپنے بیٹوں کو پوچھاتا ہے، لیکن انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ ان کو ماننا نہیں ہے، بہت سی حدیثوں میں بھی اس کی مثالیں آتی ہیں، وہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آتے تھے، ایسی باتیں کہتے تھے، یہاں تک کہتے تھے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ آپ نبی ہیں، آپ ﷺ کہتے تھے کہ جب یہ یقین ہو گیا تو گواہی کیوں نہیں دیتے، ماننے کیوں نہیں، تو کہہ دیتے کہ مانیں گے نہیں، اس لیے کہ نبی بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں کیوں آگیا، یہ نبوت تو ہماری جا گیر تھی، ہم سے یہ دولت چھن گئی تو ہم ماننے والے نہیں، ہمیں یقین ہے کہ آپ نبی ہیں، لیکن ہم نہیں مانیں گے، یہ ان کے اندر جو دکی کیفیت تھی، جب جو دکی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں آدمی نہیں مانتا، تو وہ ایک الگ مسئلہ ہے، اور اگر آدمی غور کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو ہدایت عطا فرماتے ہیں۔

ہوں، ایک انسان ہوں، فرق یہ ہے کہ میرے پاس اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے، اور وحی یہ آتی ہے کہ تمہارا معبد و صرف ایک معبد ہے، اس آیت سے بات بالکل صاف ہو گئی، بہت سے لوگ جو تصور کرتے ہیں کہ آپ ﷺ بشر نہیں ہیں یہ غلط ہے، اس آیت سے بالکل صراحة کے ساتھ یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں، اور دوسری بات پر کہ آپ ﷺ نمونہ بنایا گیا، اسوہ بنایا گیا، اور قرآن مجید میں یہ بات کہی گئی کہ تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے، اور نمونہ جو ہوتا ہے، وہ اسی وقت نمونہ بن سکتا ہے کہ جب اپنا جیسا آدمی ہو، اگر اپنا جیسا نہیں ہے، اپنی جس کا نہیں ہے تو وہ نمونہ نہیں بن سکتا، اس میں آدمی عذر کر سکتا ہے کہ یہ تو فلاں جس سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے بس میں وہ ہے جو ہم نہیں کر سکتے، لیکن اگر ایک انسان ہی وہ کام کر رہا ہے تو کہا جاتا ہے کہ جب وہ انسان یہ کام کر رہا ہے تو تم بھی کر سکتے ہو، اس کے برخلاف اگر کوئی فرشتہ کر رہا ہے، یا کوئی جن کر رہا ہے تو اس کو دلیل نہیں بناسکتے کہ وہ کام کر رہا ہے تو تم بھی کر سکتے ہو، لیکن اگر ایک انسان کوئی کام کر رہا ہے تو انسانوں کے لیے وہ نمونہ بن سکتا ہے، تو آپ ﷺ کو جو نمونہ بنایا گیا اس میں حکمت بھی مہیں تھی کہ آپ ﷺ کو اللہ نے انسان بنایا، بشر بنایا، تاکہ آپ ﷺ کا نمونہ اختیار کرنا آسان ہو، نفیاتی طور پر بھی آسان ہو، اور عملی طور پر بھی آسان ہو، اگر آدمی دوسرا نمونہ پیش نظر رکھے، تو ایک نفیاتی دباؤ ہوتا ہے کہ یہ تو فرشتے ہیں یا یہ جن ہیں، یہ فلاں کام کر رہے ہیں، وہ کام ہم نہیں کر سکتے، کیونکہ انسانوں کے اندر اللہ نے ولیٰ طاقت ہی نہیں رکھی، لیکن جب کوئی انسان کام کرتا ہے تو آدمی سوچتا ہے کہ ہاں یہ کام ہم بھی کر سکتے ہیں، اس لیے کہ ایک انسان جس کو اللہ نے پیدا کیا وہ کر رہا ہے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو انسانوں میں ہی بنایا، یہ کام ہم بھی کر سکتے ہیں، غرض کہ نمونہ آدمی کے لیے جب ہی ہوتا ہے جب اپنی جس کا ہو، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی لیے انسانوں میں پیدا فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک جگہ یہ بات فرمائی بھی ہے کہ اگر ہم آپ کو فرشتہ بناتے تو بھی ان کو اشتباہ ہوتا، پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ انسانی شکل میں کیوں نہیں رہے ہیں، اسی لیے یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ فرشتے نہیں یہ تو انسان ہیں، یہاں تک کہا گیا کہ قرآن مجید ہم اتنا بھی دیتے اور دو فرشتے اس

گذشتہ سے پوستہ

## سچرہ تلاوت کے احکام

مفتی راشد حسین ندوی

کے علاوہ بقیہ لوگوں کی تلاوت اگر کوئی دوسرا سن لے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہو جائے گا، جہاں تک مستقل جنون کا تعلق ہے تو اس کی تلاوت سے سننے والے پر بھی سجدہ واجب نہیں ہوگا، اور اگر مستقل جنون نہیں رہتا افاقت بھی ہو جاتا ہے تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہو گا سننے والے پر ہو جائے گا، اور اگر ایک دن ایک رات یا اس سے کم جنون رہے تو اس پر بھی سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر بھی ہوگا۔ (شامی: ۱/۵۶۸، ہندیہ: ۱/۱۳۲)

### آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھنا:

اگر آیت سجدہ کی تلاوت کرنے کے بجائے اس کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ پڑھایا سنا اور وہ جانتا ہے کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے تو اس کو پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو جائے گا۔ (شامی: ۱/۵۶۶، ہندیہ: ۱/۱۳۳)

### ریڈیو اور ٹی وی پر آیت سجدہ سننا:

ریڈیو اور ٹی وی میں زیادہ تر پروگرام ریکارڈ کر کے نشر کی جاتے ہیں، لہذا اگر ان سے تلاوت نشر ہو رہی ہو اور آیت سجدہ پڑھی جائے تو سجدہ واجب نہیں ہوگا، یہی حکم اس تلاوت کا بھی ہوگا جس کو موبائل یا شیپ ریکارڈ میں بھر کر بعد میں سن جائے، لیکن ریڈیو اور ٹی وی میں اگر براہ راست پروگرام نشر ہو رہا ہو جیسا کہ حرم کی تراویح برآ راست نشر ہوتی ہے تو اس میں آیت سجدہ کی تلاوت کی جائے تو سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہوگا، اسی طرح لا ڈی اسپکٹر پر دور تک آواز جائے تو تمام سننے والوں پر سجدہ واجب ہوگا۔ (شامی: ۱/۵۶۹، ہندیہ: ۱/۱۳۲، کتاب المسائل: ۱/۵۰۱)

### سجدہ تلاوت میں تاخیر مکروہ تنزیقی ہے:

اگر نماز کے باہر آیت سجدہ کی تلاوت کی تو اگرچہ سجدہ کافورا کرنا واجب نہیں ہے، لیکن بلا وجہ تاخیر کرنا مکروہ تنزیقی ہے، لہذا جہاں تک ممکن ہو جلد سجدہ کر لے۔ (شامی: ۱/۵۶۹)

### جس شخص کو تلاوت سے روک دیا گیا ہو اس کا آیت سجدہ پڑھنا:

پچھے گزر چکا ہے کہ سجدہ تلاوت دوسرے کی تلاوت سننے سے بھی واجب ہو جاتا ہے، لیکن اگر آیت سجدہ کی تلاوت ایسا شخص کرے جس پر تلاوت کی پابندی لگی ہوئی ہے جیسے مقتدى کو امام کے پیچھے تلاوت کرنے سے روک دیا گیا ہے، تو اس کے آیت سجدہ کی تلاوت کرنے سے نہ تو اس پر وقت سجدہ تلاوت لازم ہو گا نہ نماز کے بعد، اسی طرح امام اور دوسرے مقتدىوں پر بھی سجدہ واجب نہ ہوگا، لیکن اگر کوئی شخص ان کی نماز میں نہ ہو اور آیت سجدہ سن لے تو اس پر سجدہ واجب ہو جائے گا، پاں اگر وہ ان کی نماز میں شامل ہو جائے تو سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (شامی: ۱/۵۶۶، ہندیہ: ۱/۱۳۳)

### جو سجدہ کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس کا آیت

#### سجدہ کی تلاوت کرنا:

اوپر گزر چکا ہے کہ سجدہ تلاوت کے وجوب کے لیے شرط یہ ہے کہ تلاوت کرنے والے میں نماز کے وجوب کی اہلیت ہو، خواہ اسی وقت ادا کرنے کی اہلیت ہو یا بعد میں قضاء ادا کرنے کی اہلیت ہو، چنانچہ جبکی اور نشہ میں دھت شخص اگر تلاوت کریں تو ان پر سجدہ واجب ہوگا، اس لیے کہ ان کے اندر نماز کے وجوب کی اہلیت ہے، اور اگر سونے کی حالت میں آیت سجدہ کی تلاوت کی اور بعد میں کسی نے بتا دیا کہ تم نے آیت سجدہ کی تلاوت کی تھی تو ایک روایت کے مطابق اس پر بھی سجدہ واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر سجدہ واجب نہیں ہے، پچھے بھی ہوا خطا اسی میں ہے کہ سجدہ کر لے۔

رہے اہلیت نہ رکھنے والے لوگ جیسے کافر، حاشر، نساء، چھوٹا بچہ اور مستقل جنون میں بدلنا شخص تو آیت سجدہ کی تلاوت سے یا کسی سے سننے سے ان پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا، البتہ جنون

مجلس ایک ہی مانی جائے گی، اور ایک سجدہ ہی کافی ہوگا، اس کے برخلاف گھوڑے وغیرہ پر آیت سجدہ کی تکرار کی تو ہر دفعہ کے لیے الگ سجدہ کرنا ہوگا، اس لیے کہ گھوڑے کے چلنے کو اس کا چلنا مانا جاتا ہے تو جس طرح آدمی خود چلتے ہوئے آیت سجدہ کی تکرار کرے تو ہر دفعہ کے لیے الگ سجدہ واجب ہو جاتا ہے ویسے ہی اس میں بھی ہوگا۔  
(شامی: ۱/۵۷۲، ہندیہ: ۱/۱۳۲)

**نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت:**  
اگر آیت سجدہ کی تلاوت نماز میں کی تو سجدہ فوری طور پر واجب ہو جاتا ہے اور فوراً کا مطلب یہ ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیتوں کی تلاوت سے پہلے پہلے سجدہ تلاوت کر لے یارکوع کر لے، اس لیے کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع کر لیا جائے تو اس کے بعد آنے والے نماز کے سجدہ ہی سے سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے، اس کے لیے امام اور مقتدی کے لیے نیت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔  
(شامی: ۱/۵۶۹، شامی: ۱/۵۷۱)

اس کے برخلاف اگر امام رکوع میں سجدہ کی نیت کرے تو مقتدی کے لیے بھی نیت ضروری ہوتی ہے، اگر مقتدی نے نیت نہیں کی تو امام کے سلام پھر نے کے بعد مقتدی پر سجدہ کرنا لازم ہوگا، پھر سجدہ کرنے کے بعد قعدہ بھی کرنا ہوگا، عام طور سے مقتدیوں پر یہ چیزیں دشوار ہوں گی، پھر ان کو پہنچ بھی نہیں چل پائے گا کہ امام نے رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کی ہے یا نہیں، لہذا امام کو رکوع میں نیت نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ اس میں مقتدی کی نماز فاسد ہو جانے کا خطرہ ہے۔  
(شامی: ۱/۵۷۱)

**آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا:**  
اگر آیت سجدہ کی تلاوت کی اور فوراً سجدہ کرنا بھول گیا تو جب تک نماز میں ہے اسے چاہیے کہ سجدہ تلاوت کر کے اخیر میں سجدہ سہو کر لے، یہاں تک کہ اگر سلام پھر دیا لیکن نماز توڑنے والا کوئی عمل نہیں کیا تب بھی اسے سجدہ تلاوت کر کے پھر سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لئی چاہیے، لیکن اگر نماز سے نکل جانے کے بعد یاد آیا توب پکھ نہیں ہو سکتا، اس کی نماز ہو جائے گی، اور سجدہ تلاوت کی قضاء کی اب کوئی صورت نہیں ہے۔  
(شامی: ۱/۵۷۰)

اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا، اسی درمیان امام کے علاوہ کسی

**آیت سجدہ کی تلاوت آہستہ کرنی چاہیے:**  
اگر کوئی بلند آواز سے تلاوت کر رہا تھا، اسی درمیان آیت سجدہ آگئی، اس کے پاس کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو سجدہ کرنے میں پریشانی ہو سکتی ہے تو اس کو چاہیے کہ آیت سجدہ کی تلاوت آہستہ کرے۔  
(شامی: ۱/۵۷۶)

### ایک ہی آیت سجدہ کئی بار پڑھنا:

اگر مجلس ایک تھی اور اس میں ایک ہی آیت سجدہ کئی بار پڑھی یا سنی یا ایک ہی آیت سجدہ سنی بھی اور خود بھی پڑھ لی تو سب کے لیے ایک سجدہ کر لینا کافی ہوگا، سجدہ خواہ چلی بار سنبھلے یا پڑھنے پر کرے یا بعد میں کرے یا درمیان میں کرے وہ سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا۔  
(شامی: ۱/۱۳۲، ۱/۵۷۳)

لیکن اگر مجلس بدل گئی یا ایک ہی مجلس میں کئی آیات سجدہ پڑھیں یا سینیں تو الگ الگ سجدہ کرنا ہوگا۔

پھر مجلس کبھی حقیقتاً تبدیل ہوتی ہے، جیسے ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے حقیقتاً کہیں الگ چلا جائے، اور کبھی حکماً مجلس بدل جاتی ہے، جیسے ایک ہی جگہ پہلے تلاوت کر رہا تھا، پھر درمیان میں کھانے پینے کا دور چلا تو اب مجلس حکماً بدل جائے گی، چنانچہ اگر پہلے تلاوت کی اور کھانے کے دور کے بعد اسی جگہ پھر تلاوت کی تو دو سجدے واجب ہو جائیں گے، اور بعض جگہیں حکماً ایک مجلس مانی جاتی ہیں جیسے مسجد (چھوٹی ہو یا بڑی) اسی طرح کمرہ (چھوٹا ہو یا بڑا) ایک مجلس کے حکم میں ہیں، لہذا اگر مسجد یا کمرہ کے ایک گوشہ میں ایک آیت سجدہ کی تلاوت کی اور پھر دوسرے گوشہ میں جا کر اسی آیت سجدہ کی تلاوت کی تو ایک ہی سجدہ کافی ہوگا، جن جگہوں کا حکم ایک مجلس کا نہیں وہاں دو قدم سے زیادہ چلنے سے مجلس بدل جائے گی، مثلاً: ایک ہی درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر گیا، یاد ریا یا حوض میں تیرتے ہوئے تلاوت کی تو مجلس بدل گئی ہے لہذا دو سجدے واجب ہو جائیں گے۔  
(شامی: ۱/۱۳۲، ۱/۵۷۳)

### ثرین وغیرہ پر آیت سجدہ کی تکرار:

اگر ثرین، ہوائی جہاز، کار، بس یا اس طرح کی کسی چلتی ہوئی سواری میں آیت سجدہ کی تکرار کی جس کا چلنا خود سواری کرنے والے کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا، بلکہ خود اس کا اپنا چلنا مانا جاتا ہے تو

## بقیہ: صحابہ کرام کی چند امتیازی خصوصیات

**۶- توبہ و انابت:** صحابہ کرام کی چھٹی صفت توبہ اور انابت الی اللہ ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کرام بھی انسان تھے اور گناہوں کا صدور ان سے بھی ممکن تھا؛ بلکہ اسوہ کی تکمیل کے لیے ضروری اور معیاری توبہ بر جوع و انابت الی اللہ کے لیے لازمی تھا۔ جن صحابہ سے گناہوں کا صدور ہوا پھر اس پر جوان کو خلش اور اپنے کئے ہوئے پر جو نادامت ہوئی، وہ صرف انہیں کا حصہ ہے، ماعز اور غامد یہ کے واقعات شاہدِ عدل ہیں کہ ان کو اپنے گناہ پر ایسی ندامت ہوئی اور اسکے لیے انہوں نے ایسی قربانی دی کہ رحمت الہی کو جوش آیا اور ان پر ایسی رحمت کی بارش ہوئی کہ اگر پورا شہر مدینہ اس کے ذریعہ اپنی بخشش کروانا چاہتا تو ہو جاتی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حد جاری کرتے وقت ایک صاحب کے نازیباں کلمات سن کر منج فرمایا اور ان کی توبہ کی قبولیت اور اس پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کو اس طرح بیان فرمایا کہ گویا آپ ﷺ نے ان کی توبہ کو معیار قرار دیا کہ انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ پر تشیم کر دی جائے تو ان سب کو اپنے سایہ میں لے لے، حضرت ابوالبابہ سے لفڑش ہوئی، مسجد کے حکبے سے اپنے کو باندھ دیا اور ایک ہفتہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ قبول توبہ کا مرشدہ سننا اور پر وانہ رحمت پالیا، ایسا گنہگار بندہ جو اس انداز کی توبہ کرنے والا ہو وہ تو محجوب خدا بن جاتا ہے۔

یہ ان کی چند خصوصیات کی طرف اشارے ہیں جو ایک خاکپائے صحابہ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین بطور نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، ان کی تمام خوبیوں، خصوصیات اور امتیازات کو پیش کرنا ممکن ہے، یہ چند امتیازی اوصاف اس لیے بیان کیے گئے ہیں کہ فی زمانہ ان اوصاف میں محلی ہوئی کوتا ہی محسوس کی جا رہی ہے اور ان پر ایسے دبیز پردے پڑتے جا رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ یہ اوصاف ڈھونڈنے سے نہ ملیں گے، دوسرے یہ بھی کہ ان چیزوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے ذہن بھی صاف نہیں ہیں، اگر کسی اللہ کے بندے کا اس مبارک و مقدس جماعت کی طرف سے ذہن صاف ہو جائے اور ان کی محبت پیدا ہو جائے تو میں اپنے آپ کو براخوش نصیب اور کامیاب بھجوں گا۔

اور شخص سے اس نے آیت سجدہ سنی، تو وہ نماز میں سجدہ تلاوت نہیں ادا کرے گا، بلکہ نماز سے فارغ ہو کر سجدہ کرے گا، اس لیے کہ یہ نماز والا سجدہ تلاوت نہیں ہے۔ (شامی: ۱/۵۶۶)

## نماز میں آیت سجدہ کی تکارا:

اگر آیت سجدہ کی تلاوت نماز سے باہر کی اور سجدہ کر لیا، پھر نماز شروع کی اور وہی آیت نماز میں دوبارہ پڑھی تو اب نماز میں دوبارہ سجدہ کرنا ضروری ہو گا، لیکن نماز سے باہر آیت سجدہ کی تلاوت کرنے کے بعد سجدہ نہیں کیا اسی جگہ نماز پڑھی اور دوبارہ اسی آیت کی تلاوت کی اور سجدہ کر لیا تو یہ سجدہ دونوں کے لیے کافی ہو گا۔

اگر آیت سجدہ کی نماز میں تلاوت کی اور سجدہ کر لیا، پھر جب کھڑا ہو تو دوبارہ اسی آیت سجدہ کی تلاوت کی جیسا کہ تراویح کی نماز میں حفاظ کو پیش آتا ہے یا اس رکعت کے بجائے کسی اور رکعت میں اسی آیت سجدہ کی تلاوت کی تو پہلا سجدہ کافی ہو گا، الگ سے سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (ہندیہ: ۱/۱۳۵)

## اوقات مکروہہ میں سجدہ تلاوت:

اگر وقت مکروہ میں آیت سجدہ کی تلاوت کی تو اسی وقت سجدہ کیا جاسکتا ہے، خواہ یہ وقت طلوع فجر اور غروب میں ہی کا کیوں نہ ہو، لیکن اگر وقت مکروہ سے پہلے سجدہ واجب ہوا تھا تو اب سجدہ کی ادا میکی وقت مکروہ میں نہیں کی جاسکتی۔

(ہندیہ: ۱/۱۳، شامی: ۱/۷)

## سجدہ شکر:

جب اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے نوازے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے، اس کا طریقہ سجدہ تلاوت ہی جیسا ہے یعنی طہارت وغیرہ کو مکمل کر کے قبلہ رو ہو کر ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اور اللہ کی حمد و شنا کرے پھر ”اللہ اکبر“ کہہ کر اٹھ جائے، اس سجدہ کا ان اوقات میں کرنا مکروہ ہے جن میں نوافل مکروہ ہوتی ہیں، اگر بغیر کسی ظاہر سبب کے سجدہ کیا جائے تو وہ بھی جائز ہے، لیکن نمازوں کے بعد سجدہ کرنے کا التزام مکروہ ہے، اس لیے کہ لوگ اس کو شرعی حکم سمجھ بیٹھیں گے۔

(شامی: ۱/۷۵، ہندیہ: ۱/۱۳۶-۱۳۷)

سے ڈرتے رہنے کا نام تقویٰ ہے، چونکہ اولیاء اللہ مسلسل اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، اس لیے ان کا بدلہ یہ رکھا گیا ہے کہ ان کو ہر خوف غم سے مستقل نجات دی جائے گی اور ہمیشہ خوش و خرم رکھا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «اولیاء اللہ اذا رؤوا ذكر الله» (اولیاء اللہ وہ ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے) ایک اور مقام پر ارشاد ہے: «ان خیار عباد اللہ من هذه الأمة الذين اذا رؤوا ذكر الله تعالى» (اس امت میں اللہ کے بندوں میں سب سے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھا جائے تو اللہ کی یاد آئے) آپ ﷺ کا یہ بھی مبارک ارشاد ہے:

”ان من عباد الله عبادا ليسوا بأنبياء يغبطهم الأنبياء والشهداء، قيل؛ من هم لعلنا نحبهم، قال: هم قوم تحابوا بنور الله من غير أرحام ولا انتساب، وجوههم نور على منابر من نور، لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ ألا ان اولیاء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون“ (التعليقات الحسان، قال الألباني: صحيح)

(اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بندے بھی ہوں گے جو انہیاء نہیں ہوں گے، لیکن انہیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ وہ لوگ کون ہوں گے؟ معلوم ہوتا ہم بھی ان سے محبت کریں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے نور کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کریں گے، ان میں کوئی رشتہ داری یا سبی تعلق نہیں ہوگا، یہ نور کے نہروں پر ہوں گے، خود ان کے چہرے نور ہوں گے، لوگوں میں خوف ہوگا لیکن یہ خوف سے محفوظ ہوں گے، لوگ غمکھیں ہوں گے لیکن ان کو کوئی غم نہیں ہوگا، پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی: «ألا ان اولیاء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون“

یہ بات اپنی جگہ تھی ہے کہ دنیا میں عام لوگوں کی طرح اولیاء اللہ کو بھی غم اور خوف سے سابقہ پڑتا ہے، لیکن غم و خوف کے ساتھ ساتھ تسلیم و رضا اور توکل و سکپت کی وہ لازموں دوست بھی ان کو حاصل رہتی ہے جس کے ذریعہ وہ بڑے سے بڑا غم بھی تقرب الی اللہ کی امید میں پی جاتے ہیں، اور بڑے سے بڑے خوف کو بھی ایمانی کیفیات میں اضافہ کا سبب بناتے ہیں اور قرب الہی کے مدارج طے

## اولیاء کرام کا مقام و مرتبہ

عبدال سبحان ناخد اندوی

مقریان بارگاہ الہی کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے، یہ وہ حضرات ہوتے ہیں جن کے دل نہایت پاک صاف، نیتیں پچی اور اعمال اچھے ہوتے ہیں، ان کا نفس مطمئن ہوتا ہے جس میں کوئی کھوٹ یا روگ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض مختصر آیات میں اولیاء اللہ کا تعارف کیا ہے اور ان کے تعلق سے تمام باطل تصورات کو ختم کر دیا ہے، اور اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی خوف ہو گانہ غم، ارشاد الہی ہے:

﴿أَلَا إِنَّ أُولَيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ☆ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ هُنَّ الَّذِينَ الْبُشَرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (یونس: ۶۴-۶۲)

(یاد رکھو اللہ کے اولیاء پر نہ کوئی خوف ہوگا، اور نہ وہ غمکھیں ہوں گے، یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتوں میں تبدیلی ممکن نہیں، یہی عظیم الشان کامیابی ہے)

یہ اولیاء اللہ کا بنیادی اور حقیقی تعارف ہے، وہ اللہ کے محبوب ہوتے ہیں، نہ ان پر کوئی خوف ہو گانہ وہ غمکھیں ہوں گے، ان کو اللہ کا قرب خاص عطا ہوگا، یہ تمام باتیں بحق ہیں، لہذا اولیاء اللہ کے تعلق ہر مومن کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے، لیکن ان کو خدائی اختیارات میں شریک کر کے جو پوچھا جاتا ہے وہ نہایت غلط ہے اور انہماںی درجہ کی بد عقیدگی، یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ولی وہ ہوتا ہے جو اللہ پر ایمان لا کر اس سے ڈرتا رہے، جس کی صفت خاص اللہ سے ڈرنا ہو وہ اللہ کے اختیارات میں کسیے شریک ہو سکتا ہے، ولایت خدا کے اختیارات میں شریک ہونے کا نام نہیں، بلکہ اللہ کی بندگی اور خوف خدا سے معمور ہونے کا نام ہے۔

مذکورہ آیت میں و کانوا یتقوں سے یہ معلوم ہوا کہ مسلسل اللہ

کسی جگہ روح اور بعض مقامات پر شرح صدر یا سکینت کہا گیا ہے، ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَّبِّهِ﴾ (بخلافہ شخص جس کے سینہ کو اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے کھول دے جس کی وجہ سے وہ اپنے رب کی طرف سے ملنے والے نور سے معمور ہے۔ (اس کی برابری کون کر سکتا ہے)۔ نیز ارشاد ہے: ﴿أُولَئِكَ كَتَبْ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مُّنْهُ﴾ (یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے، اور اپنے طرف سے روح مرحمت فرمایا کہ ان کو طاقت خخشی) یہ بھی ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَرْبَدُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ (وہی ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں سکینت اتنا ری، تاکہ ان کے اپنے ایمان کے ساتھ ان کو اور مزید ایمانی کیفیات عطا ہوں)

اس کے برعکس گناہ میں بخلافہ شخص کو جس قسم کی گھنی اور بخشی رہتی ہے، جسے حدیث پاک میں "ضيق الدنيا" (دنیا کی بخشی) کہا گیا ہے، اور قرآن کریم "معیشہ ضنكہ" (گھنی آلوار زندگی) یا "ضيق الصدر" (سینے کی بخشی) سے تعبیر کرتا ہے، ایسی ہر قسم کی بخشی و پریشانی سے اولیاء اللہ محفوظ رہتے ہیں، اس لیے کہ وہ گناہوں سے نہایت دور رہتے ہیں، اسی کو حدیث پاک میں "حلاوة الايمان" کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ان خاص بندوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، بسا واقعات ان کو اچھے خواب نظر آتے ہیں، یا ان سے متعلق لوگوں کو اچھے خواب دکھائے جاتے ہیں، ان کی وفات کے وقت فرشتے ان کو خوشخبری سناتے ہیں، لوگوں میں بھی ان کا ذکر خیر جاری کر دیا جاتا ہے، یہ تمام چیزیں دنیا میں ملنے والی خوشخبریاں ہیں اور "لهم البشری فی الحیاة الدنیا" میں شامل ہیں، آخرت کی خوشخبری کا تو پوچھنا ہی کیا جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی فرشتے ان سے ملاقات کر کے کہیں گے کہ یہ تو تمہارا ہی دن ہے، ﴿لَا يَحْرِزُهُمُ الْفَرَزْعُ الْأَكْبَرُ وَتَلْقَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ سب سے بڑی گھبراہٹ ان کو غم میں بخلافہ نہیں کر سکے گی، فرشتے ان سے ملاقات کر کے کہیں گے کہ یہ تو تمہارا ہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا، جنت میں پہنچنے کے بعد تو ملائکہ کے وفد پر فودا کران کو سلام پیش کریں گے؛ ﴿وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَيَعْمَلُونَ عَقْبَيِ الدَّارِ﴾ ..... (باتی صفحہ ۱۶۳)

کرتے ہیں، گویا ان کے لیے خوف غم اللہ سے وابخشی کا ذریعہ بنتے ہیں، اس اعتبار سے غم کا سامنا کرنے کے باوجود وہ بے غم ہیں، اور خوف سے دوچار ہونے کے باوجود بے خوف ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تدمع العین و يحزن القلب ولا نقول إلا ما يرضي به ربنا وانا بفارقك يا ابراهيم لمحزونون" (آنکھ میں آنسو ہیں، دل غمگین ہے، مگر ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب خوش ہو، ابراہیم تھا رے جانے سے ہم واقعی غمزدہ ہیں) آپ ﷺ نے اپنے غم کو رضاۓ الہی کا ذریعہ بنایا، صحابہ سے جب کہا گیا: ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاغْشُوْهُمْ فَرَأَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنَعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (لوگ تمہارے خلاف اکٹھا ہو چکے ہیں، اس لیے ان سے ڈرو، تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوا، سب بول اٹھے، ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے) صحابہ نے خوف کی حالت کو تو کل واستقامت کا ذریعہ بنایا، گویا خوف کا اثر ہی نہیں، یہ دنیا کی بات ہے، جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو جنت میں پہنچنے کے بعد تو کسی کو خوف غم نہیں ہو گا، اور جنت میں جانے والا ہر شخص اللہ کا ولی ہے کہ جائے گا، اس میں گویا اولیاء اللہ کے ساتھ عام مومنین بھی شامل ہیں، لیکن محشر کے میدان میں اولیاء اللہ کی یہ صفت نہایت نمایاں طور پر ظاہر ہو گی، میدان محشر کی طویل مدت یہ حضرات بے خوف و خطر گذاریں گے، مسلسل فرحت و راحت کا دور ہو گا۔

قرآن کریم نے اولیاء اللہ کی خاص صفت یہ بیان کی ہے: "الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ" (جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے) اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر ولایت کا حصول ناممکن ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ تقوی اللہ سے مسلسل ڈرنے اور اس کا ہمیشہ لحاظ رکھنے کا نام ہے، اس صفت کے بغیر کوئی اللہ کا ولی بن نہیں سکتا، شرک سے بچتا اور گناہوں سے دور رہنا تقوی کے حصول کے لیے ضروری ہے۔

اسی طرح مذکورہ آیت میں اولیاء اللہ کو دنیا کی زندگی میں جو خوشخبری دی گئی ہے، اس سے مراد سکون قلب کی دولت اور اللہ کی طرف سے ملنے والی لطف و راحت کی کیفیت ہے، اسے کسی جگہ نور،

# روہنگیائی مسلمان

## دنیا کی مظلوم ترین قوم

### ڈاکٹر یامن انصاری

مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہاں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھتی، یہاں تک کہ فوج کی انتہا پسندانہ کارروائیوں کی کھل کر حمایت کی جا رہی ہے، یہ اسی میانمار کی سرزی میں پر ہو رہا ہے جہاں کی اکثریت امن کے پیام بر کہے جانے والے مہاتما بودھ کی پیر و کار ہے۔

میانمار میں تشدد کا تازہ سلسہ ۲۵ راگست کو شروع ہوا تھا، اب اس تشدد نے خطرناک شکل اختیار کر لی ہے، روہنگیائی مسلمانوں کے خلاف فوجی کارروائیوں اور بودھ انتہا پسندوں کے جملوں میں اب تک سینکڑوں افراد جاں بحق ہو چکے ہیں، دراصل سرکاری دہشت گردی اور بودھ انتہا پسندوں کے مظالم کے خلاف یہاں ایک مراجمتی تحریک نے جنم لیا، بتایا جاتا ہے کہ اسی تحریک کے نتیجہ میں "حرکتہ القین" نامی ایک تنظیم وجود میں آئی، جب اس تنظیم نے اپنی مراجمت کی تو اس نے تشدد اختیار کر لیا اور ۵۰ سے زائد افراد ہلاک ہو گئے، اس کے بعد اس ابھرتی ہوئی مسلح مراجمت کو دبانے کے لیے میانمار کی فوج نے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا، عام روہنگیائی مسلمانوں پر تشدد اور مظالم کی شکل میں سامنے آیا، اقوام متحده کی رپورٹوں کے مطابق بودھ انتہا پسندوں کے شدت پسند رویے کے ساتھ ساتھ انہیں سرکاری فوج کی طرف سے، قتل و غارت، قید، بدسلوکی اور دیگر مظالم کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، انسانی حقوق کی تنظیمیں ان مظالم کو انسانیت کے خلاف مظالم قرار دے چکی ہیں، ہیومن رائٹس ویچ نے ایک سینکڑا تصوری جاری کی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ ہفتہ روہنگیائی مسلمانوں کے ۱۲۰۰ رکھروں کو توڑ دیا گیا ہے، ۷۰۰ رکھروں کو نذر آتش کر دیا گیا ہے، بودھ انتہا پسندوں کے جملوں سے جان بچا کر بھاگ رہے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو میانمار کی فوج اور پیر امیری فورس گولیوں سے مار رہی ہے، اقوام متحده کے مطابق ۲۵ راگست کے بعد میانمار سے تقریباً ۹۰ ہزار پناہ گزین بچکہ دلیش پہنچے ہیں، ان میں زیادہ تر روہنگیائی مسلم ہیں، تقریباً ۲۰ ہزار لوگ بچکہ دلیش اور میانمار کے مغربی صوبے را حصہ کی سرحد پر پہنچے ہیں جو بچکہ دلیش میں داخل ہونے کے انتظار میں ہیں، خاص بات یہ ہے کہ ان میں ۵۰۰ رہنڈو بھی یہاں پہنچے ہیں، ان پر گھر، بے دراور بے پار و مددگار لوگوں کے لیے انسانی حقوق

میانمار میں آباد روہنگیائی مسلمانوں پر ایک بار پھر قیامت ٹوٹ پڑی ہے، کھلے عام انہیں مارا جا رہا ہے، کانا جا رہا ہے، جلا یا جا رہا ہے، بچکا یا جا رہا ہے، دنیا بھر کے امن پسند اور انصاف پسند شہریوں میں بے چینی ہے، ناراضگی ہے اور غصہ ہے، لیکن میانمار کی حکومت کے کان پر جوں تک نہیں ریک رہی، بلکہ سرکاری افواج مسلمانوں پر ڈھانے جانے والے مظالم میں برابر کی شریک ہے، یہی نہیں، امن کا نوبل انعام حاصل کرنے والی اور انتقلابی رہنمای بھی چینی ہے، امن کا نوبل انعام حاصل کرنے والی ای اور انتقلابی رہنمای بھی چینی ہے، اسی میانمار کی با اثر لیڈر آنگ سان سوکی کے سامنے ظلم کی یہ داستان لکھی جا رہی ہے اور وہ خاموش ہیں، ان کی اس مجرمانہ خاموشی کی میانمار سے لے کر دنیا بھر میں نکتہ چینی ہو رہی ہے لیکن سوکی پھر بھی خاموش ہیں، مااضی میں برمائے نام سے مشہور میانمار کی سرحد میں بچکہ دلیش، ہندوستان، چین اور تھائی لینڈ سے لگتی ہیں، یہاں بننے والے روہنگیائی مسلم آج دنیا کی سب سے مظلوم قوم بن چکی ہے، شاید دنیا کی یہ واحد قوم ہو گی جسے نہ تو عام شہری کی طرح آزاد گھونے پھرنے کی آزادی ہے اور نہ ہی اپنے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، یہ واحد قوم ہو گی کہ جو نہ تو سرکاری تعلیم حاصل کر سکتی ہے، نہ ہی اسے سرکاری سہولیات و مراعات مل سکتی ہیں اور نہ ہی اس قوم کا کوئی فردر سرکاری نوکری کر سکتا ہے، اس سے زیادہ مظلوم اور کون ہو سکتا ہے کہ جسے اس کے ملک میں ہی مہاجر سمجھا جائے، روہنگیائی مسلمانوں کو آج بھی بچکہ دلیش مہاجر کہا جاتا ہے، حالانکہ بعض حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قوم ۱۵/ویں صدی سے یہاں آباد ہے، اس کے باوجود میانمار میں انہیں اپنایا گیا جا سکا، بلکہ کئی بار ان کی نسل کشی کی کوششیں ہو چکی ہیں، آج بھی میانمار میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ پہلی بار نہیں ہو رہا، بلکہ وقفہ وقفہ سے میانمار حکومت اور بودھ شدت پسندوں کی جانب سے روہنگیائی مسلمانوں کے خلاف مظالم ڈھانے جاتے رہے ہیں، میانمار میں روہنگیائی

اس معاملہ میں صحافیوں سے بات بھی نہیں کر رہی ہیں، جب اس معاملہ میں ان پر دباؤ پڑا تو انہوں نے کہا تھا کہ راہنمین میں جو بھی ہو رہا ہے وہ ”رول آف لائے“ کے تحت ہے، لیکن اب اس معاملہ میں ہیں الاقوامی سطح پر آوازیں اٹھنا شروع ہو گئی ہیں، اس دوران ایک اہم پیش رفت یہ ہوئی ہے کہ اگرچہ میانمار حکومت کے خلاف عالمی سطح پر آواز بلند نہیں ہو رہی ہے، لیکن روہنگیائی مسلمانوں پر مظالم کی خبروں کی نشریات کے بعد ہوئے تنازع کے بعد بھی بسی برما نے یہاں کے مشہور میانماری ویڈیو اینٹی ویڈیو کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے۔

### بقیہ: اولیائے کرام کا مقام و مرتبہ

(ملائکہ ہر ہر دروازہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے، تمہارے لیے سلامتی ہے تمہارے صبر کی وجہ سے، آخرت کا یہ گھر ان کتنا اچھا ہے) یہ سب آخرت کی خوشخبریاں ہیں۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اولیاء اللہ کو امت کی فکر، حالات کی نزاکت کا احساس، اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی دھن، خلق خدا پر آنے والی مصیبتوں پر رنج و غم، ایسی تمام کیفیات سے وہ بھی متاثر ہوتے ہیں، انسانیت کا دردان کے دلوں میں بھی موجود نہ رہتا ہے، درحقیقت یہ تمام کیفیات قرب الہی تک پہنچانے کے ذرائع ہیں، اس لیے یہ البشیری کے منافی نہیں، بلکہ غور کیا جائے تو اسی کا حصہ ہیں۔

اللہ کا ولی بننا اور تمام بشارتوں کا مستحق بننا حقیقت میں سچی عظیم الشان کامیابی ہے، البتہ اللہ کے ولیوں کو اللہ کے اختیارات میں شریک مان کر ان کی پرستش کرنا، اس سے بڑی کوئی ناتاکی نہیں۔

انسان دنیاوی آزادی اور نفسانی خواہشات پر فریفہ رہتا ہے، سچی ایمانی زندگی کو نہایت خلک اور بے مزہ زندگی سمجھتا ہے، اس لیے تعلق مع اللہ پر منی سچی زندگی بسر کرنے پر مشکل سے تیار ہوتا ہے، یہ مبارک آیات اس کی ضمانت دیتی ہیں کہ اللہ سے سچے تعلق پر قائم زندگی سے بہتر، پر لطف، مزیدار اور لذیذ کوئی زندگی نہیں، کوئی اس راہ پر قدم بڑھا کر تو دیکھے، مشہور ثقہ بزرگ ابو سلیمان دارانی (عبد الرحمن بن احمد بن علیہ) فرماتے ہیں: رات کے عبادت گزار راتوں میں ناج گانے والوں سے کہیں زیادہ لذت پاتے ہیں، اگر رات نہ ہوتی تو مجھے جینے کی خواہش ہی نہ ہوتی۔

کی تنظیمیں اور اقوام متحده کچھ بھی کرنے سے اس لیے معدور ہیں کہ حکومت اس معاملہ کو ایک داخلی معاملہ قرار دے کر، کسی بھی طرح کی روپورٹ تک نہیں کرنے دے رہی، جواطلاءات موصول ہوئیں ان کے مطابق روہنگیا خواتین کی اجتماعی عصمت دری، عورتوں، بچوں اور مردوں کو قتل کرنا، مساجد، اسکول اور گھروں کو جلانا، فوج کی سرپرستی میں جاری ہے، سوچل میڈیا پر روہنگیائی مسلمانوں پر مظالم کی جو تصاویر اور ویڈیو سامنے آرہے ہیں، ان کو دیکھ کر ہر دردمند انسان کی روح کا نپٹا ٹھی ہے، وقہ و قہ سے یہاں کے مسلمانوں پر بودھ انتہا پسندوں اور افواج کے ہملوں میں اب تک ہزاروں مسلمان جاں بحق ہو چکے ہیں، دس لاکھ سے زائد روہنگیائی مسلمان بیکھر دیش، پاکستان، مالشیا اور سعودی عرب وغیرہ ملکوں میں ہجرت کر چکے ہیں، فی الوقت اٹھ سے دس لاکھ روہنگیائی مسلمان اراکان میں میکم ہیں، میانمار حکومت پیشتر کو ”غیر قانونی مہاجر“، قرار دے چکی ہے، ان پر طرح طرح کی بندشیں لگادی گئی ہیں، اس طرح انہیں اپنے ہی وطن میں اجنبی بنا دیا گیا اور ان پر عرصہ حیات بیک کر دیا گیا ہے۔

موجودہ بحران کے بعد سب سے زیادہ نشانے پر نوبل امن انعام یافتہ آنگ سان سوکی ہیں، غور طلب ہے کہ سوکی میانمار کی ایک انقلابی رہنمایاں، اگرچہ براہ راست حکومت کی کمان ان کے ہاتھوں میں نہیں ہے، لیکن پھر بھی انہیں با اثر لیڈر مانا جاتا ہے، واضح ہو کہ سال ۲۰۱۵ء میں ۲۵ رسال کے بعد میانمار میں انتخابات ہوئے تھے، اس انتخاب میں آنگ سان سوکی کی پارٹی نیشنل لیگ فورڈ ڈیمو کریسی کو بھاری کامیابی حاصل ہوئی تھی، تاہم آئینی مجبوریوں کی وجہ سے وہ ایکشن چینتے کے بعد بھی صدر نہیں بن پائی تھیں، لیکن کہا جاتا ہے کہ اصل کمان سوکی کے ہاتھوں میں ہی ہے، موجودہ دور میں سچے معنوں میں آنگ سان سوکی کو ہی میانمار کی حقیقی لیڈر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ ملک کے تحفظ کی ذمہ داری مسلح افواج پر ہی ہے، تجزیہ کاروں کا مانا ہے کہ اگر سوکی میانماری الاقوامی دباؤ میں جھکتی ہیں اور روہنگیائی مسلمانوں پر مظالم کے تعلق سے کوئی کارروائی کرتی ہیں تو انہیں فوج سے تصادم کا خطرہ اٹھانا پڑ سکتا ہے، اور ان کی حکومت خطرے میں آسکتی ہے، گذشتہ چھ ہفتوں سے آنگ سان سوکی مکمل طور پر خاموش ہیں، وہ

آپ ہی ہیں کہ آپ کی ذات سے وہ محبت کی جائے جو کسی سے نہ ہو، بسا اوقات انسان اپنے نفس کا ایسا غلام بن جاتا ہے کہ اس کے سامنے تعلیمات نبوی دوسرے درجہ کی چیز ہو جاتی ہیں، حالانکہ حضرت عمرؓ کی ایک روایت میں صراحت سے آتا ہے کہ حب نبوی ﷺ کے سامنے اپنے نفس کو بھی کچلانا ہوگا۔

محبت کی دو قسمیں بتائی جاتی ہیں؛ ایک طبعی محبت اور دوسرے عقلی محبت، اگر انسان پہلے عقل سے سوچ کر محبت کرے اور پھر اس کو دل کے نہاں خانوں میں محفوظ کر لے تو پھر یہ محبت پائیدار ہوتی ہے، لیکن اگر وہ شخص کسی سے متاثر ہو کر عقل کا ساتھ لے بغیر یہ طبعی محبت کرے تو اس کا پائیدار ہونا ضروری نہیں، ماں باپ کو اپنی اولاد سے طبعی محبت ہوتی ہے اور اولاد کو بھی ماں باپ سے طبعی محبت ہوتی ہے، لیکن جہاں یہ محبت عقل کا ساتھ چھوڑتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اولاد کو والدین سے اور نہ والدین کو اولاد سے محبت باقی رہتی ہے، بلکہ ہر کوئی اپنے اپنے مفاد کی پناہ پر محبت کا اظہار کرتا ہے اور پھر اس کے بڑے سکھیں ممتاز سامنے آتے ہیں۔

ای لیے نبی اکرم ﷺ سے محبت عقلی اور طبعی دونوں طرح ہونی چاہیے، صحابہ کرام نے پہلے عقل سے اس حقیقت کو سمجھا کہ ان کی اتباع میں دونوں چہانگی کامیابی ہے، پھر وہ محبت دل کے نہاں خانوں میں ایسی جاگزین ہو گئی کہ بڑی سے بڑی مصیتیں بھی اس کو ہلاش سکیں، درحقیقت محبت کے فوائد میں یہ بات شامل ہے کہ انسان کو اگر کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کے جیسے اعمال کرنا انسان کو اچھا لگتا ہے، اب اگر یہ محبت سروکائنات حضرت محمد ﷺ سے پیدا ہو جائے تو ظاہر بات ہے انسان آپ ﷺ کے طریقہ پر چلنے میں فخر محسوس کرے گا اور چھوٹی چھوٹی چیزیں میں اتباع کی کوشش کرے گا۔

موجودہ دور میں ایسے اصحاب ایمان و عزیمت کم ہی نظر آتے ہیں جن کے لیے نبی اکرم ﷺ کی محبت کے سامنے تمام محبتیں بیچ ہوں، بلکہ امت مسلمہ میں بھی ایسے افراد کی ایک بڑی تعداد ہے جس کی محبت کا محور وہ لوگ ہیں جو بجائے خود اپنے وجود پر نادم ہیں، حالانکہ ہر صاحب ایمان پر یہ لازمی حق ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کو اپنے لیے ایک لازمی حق سمجھے جس کے بغیر تکمیل ایمان نا ممکن ہے، اور جس کی صراحت مذکورہ حدیث میں موجود ہے۔

## محبت رسول ﷺ

محمد ارمغان بدایوںی ندوی

عَنْ أَنَّسِ (ﷺ) قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلِيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔ (صحیح البخاری: ۱۵)

**ترجمہ:** - حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد سے زیادہ، اس کی اولاد سے زیادہ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

**فائدة:** - مذکورہ حدیث میں تکمیل ایمان کی ایک بنیادی شرط زبان نبوت سے ان الفاظ میں صادر ہوئی ہے کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک تکمیل کے مرحلہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ”میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“، پھر اس کے بعد مزید تشریح کرتے ہوئے انسان کو طبعی طور پر جن سے سب سے زیادہ محبت ہو سکتی ہے، ان کا بھی تذکرہ فرمادیا کہ انسان کے والد اور اس کی اولاد سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

قرآن مجید میں بھی یہ بات فرمادی گئی ہے کہ اہل ایمان کے لیے محبت کا اصل محور اللہ اور اس کے رسول ہی ہیں، دنیا کی تمام المواقف و مرغوبات ثانوی درجہ رکھتی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ہر صاحب ایمان کا محبت کرنا ایک واجبی حق ہے، کیونکہ دنیا میں محبت کے تمام مظاہر کی اصل آپ ﷺ ہی کی ذات والا صفات ہے، اگر آپ ﷺ نے اس دنیا میں رشتہوں کا پاس رکھنے کی تعلیم نہ دی ہوتی، لوگوں میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کی ہوتی تو یہ دنیا یقیناً اپنی بقا کو ترس رہی ہوتی، گویا اس وقت علم و فضل کے اعتبار سے جو بھی شخصیات نمایاں نظر آرہی ہیں، یا رشتہوں کے اعتبار سے جن رشتہ داریوں کا ہم پاس و لحاظ کر رہے ہیں، یہ سب نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کا صلہ ہے، جنہوں نے دنیا کو زندگی گزارنے کا ایک طریقہ دیا، اس لیے اصل محبت کے مقاصد بھی

# خون مسلم کی ارزانی

## اراکان کے مظلوم مسلمان

محمد نفیس خالندوی

میڈیا کے ذریعہ ظلم و غارت کے جو واقعات ہم تک پہنچ رہے ہیں وہ حقیقت حال کا دسوال حصہ بھی نہیں ہے، بستیاں جلالی جاری ہیں ہیں، عزتیں لوٹی جاری ہیں، بچے ذبح کیے جا رہے ہیں، دوڑا دوڑا کر مارا کاتا جا رہا ہے، رسیوں سے باندھ کر زندہ جلا جا رہا ہے، کہیں گولیوں سے تو کہیں تواروں سے اور کہیں لا توں گھوسوں اور ڈندوں سے جانشیں لی جا رہی ہیں، غرض کسی قوم کی نسل کشی اور بربریت کی جو بھی شکلیں ممکن ہو سکتی ہیں وہ سب پوری شدت کے ساتھ اختیار کی جا رہی ہیں۔

کسی زمانہ میں رکھائیں کھل طور پر آزاد ایک اسلامی ریاست تھی، لیکن اس کی اسلام پسندی برما کے بدھستوں کو بالکل گوارہ نہ تھی، چنانچہ 1784ء میں برما کے راجا ”بورا باری“ نے رکھائی پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجاؤ، اور اسے اپنے ملک میں شامل کر لیا۔ یہی نقطہ آغاز تھا مسلمانوں کی مظلومی، بے بُسی و درماندگی کا۔

1824ء میں برما انگریزوں کی غلامی میں چلا گیا، مسلمانوں نے اس غلامی کے خلاف آواز بلند کی جس کے نتیجہ میں 1845ء میں ”برما مسلم کا گریس“ (BMC) کے نام سے مسلمانوں کی ایک پارٹی وجود میں آئی، اس پلیٹ فارم سے آزادی کی زبردست ہم چلا کی گئی، اگرچہ 1955ء میں سرکاری طور پر مسلمانوں کی اس پارٹی کو ختم کر دیا گیا تاہم اس سے انکار نہیں کہ برما کی آزادی میں اس پارٹی نے ناقابل فراموش قربانیاں پیش کیں۔

سو سال سے زائد عرصہ تک پورا برما انگریزوں کا غلام تھا، بالآخر مسلمانوں اور برمی باشندوں کی قربانیوں اور کوششوں کے نتیجہ میں 1948ء میں برما کو آزادی نصیب ہوئی، لیکن ساتھ ہی انگریزوں اور بدھوں کی لمبی بھگت سے برما کو ”بودھ ریاست“ قرار دیدیا گیا۔

رکھائیں کا صوبہ بنکھ دلیش کے ساحلی شہر ”چانگام“ سے متصل ہے نیز وہ مسلم ملک بھی ہے اس لیے رکھائیں کے مسلمانوں نے اس خاہش کا اظہار کیا کہ انھیں مغربی پاکستان کا حصہ بنادیا جائے، لیکن انگریزی حکام

مسلم خون سے رکھیں سر زمین برماء کی تاریخ کی صدی پر اپنی ہے، اس قدیم سلطنت کا جدید نام ”میانمار“ ہے، اس ملک میں تقریباً پانچ فیصد مسلمان آباد ہیں، لیکن یہاں کے مسلمان ہمیشہ ظلم و تشدد کا شکار ہوتے رہے، پانچ دہائیوں سے فوجی آمریت کا شکار رہنے کے بعد 2011ء میں جمهوری حکومت قائم ہوئی، اس جمهوریت کے آتے ہی ملک میں فسادات کی ایک لہر چل پڑی، جس میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہلاک ہوئے یادوسرے ممالک بھرت کرنے اور کیمپوں میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوئے۔ جی ہاں! یہ وہی جمهوریت ہے جس کے لیے اپوزیشن کی لیڈر ”آنگ سان سوکی“ بیس سال تک نظر بند تھی، اور پھر اسے میانمار میں جمهوریت کی بحالی کی منظم کوششوں کے لیے ”نوبل انعام برائے امن“ بھی دیا گیا، لیکن اقتدار ملنے کے بعد سے موجودہ تباہی و قتل عام پر اس کی پر خاموشی نے اسے بھی مجرموں کے کٹھرے میں لاکھڑا کیا ہے۔

مشرقی ایشیا کے جنوب میں ڈھائی لاکھ مریع میل کے رقبے میں آباد ملک ”برما“ کھلاتا ہے، 2005ء سے اس کی راجدھانی ”نے پی ٹاؤ“ (Naypyidaw) ہے، برما کا شمار دنیا کے غریب ترین ملکوں میں ہوتا ہے، 1996ء میں اس کا سرکاری نام تبدیل کر دیا گیا اور اب یہ ملک ”میانمار“ کے نام سے جانا جاتا ہے، ایک اندازہ کے مطابق اس ملک کی آبادی تقریباً 7 کروڑ ہے جن میں اکثریت ”گوت بودھ“ کے مانے والے بدھستوں کی ہے، برما کی پوری آبادی 14 مختلف صوبوں میں پھیلی ہوئی ہے، اور ان صوبوں میں ایک اہم ترین اور سب سے بڑا صوبہ ”اکھائیں“ ہے جس کا قدیم نام ”اراکان“ تھا، یہاں کے باشندے ”اوھنگیا“ کھلاتے ہیں جن میں اکثریت مسلمانوں کی اور کچھ تعداد ہندوؤں کی بھی ہے۔

یہ رکھائیں وہی علاقہ ہے جہاں گذشتہ ماہ (25/ اگست) سے سب سے زیادہ سفا کی وورنگی کا مظاہرہ ہو رہا ہے، یقین مانئے کہ سو شل

رکھائیں میں تقریباً 25 ہزار مسلمان بھوک کی شدت سے جاں بحق ہوئے۔ مئی 1973ء میں بری فوج نے 28 بے گناہ مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا، اس کے بعد 2 ستمبر 1974ء میں بری فوج نے تقریباً 200 خاندانوں کو کشتی میں بٹھا کر ایک جزیرہ میں چھوڑ دیا جہاں چند دنوں کی جنگ و پارک کے بعد سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

1978ء میں فوجی حکومت نے خونیں آپریشن کی شروعات کی اور ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، کتنی لاکھ اپنے گھروں سے بے دخل کر دیے گئے، 1982ء تک مسلمانوں کے قتل عام کا یہ سلسلہ جاری رہا، قریب ایک لاکھ پھیس ہزار مسلمانوں کو بدھ مت کا پیرو بنایا گیا، جنہوں نے انکار کیا اُنھیں نقل مکانی پر مجبور کیا گیا، اس طرح قریب پانچ لاکھ مسلمانوں نے ہجرت کی، اکثریت نے بگلہ دیش میں پناہ لی اور ایک بڑی تعداد نے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کر لی، جو لوگ ہجرت نہ کر سکے ان کی تاکہ بندی کردی گئی، اسلامی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی گئی، اوقاف کو چراگاہوں میں تبدیل کر دیا گیا، مدارس و مساجد پر بندشیں عائد کی گئیں، بچوں کا سرکاری اسکولوں میں داخلہ منوع کر دیا گیا، ملازمت کے دروازے بند کر دیے گئے، شادی بیاہ کے سخت قوانین نافذ کیے گئے، لڑکیوں کے لیے 25 سال اور لڑکوں کے لیے 30 سال کی شرط لگائی گئی نیز بچوں کی پیدائش کا بھی ضابطہ متعین کیا گیا۔

1982ء کو برما حکومت نے "حق شہریت" کا ایک نیا فرمان جاری کیا، جس کے تحت یہ فیصلہ ہوا کہ رکھائیں میں رہنے والے باشندے بگلہ دیش کے مہاجرین ہیں جو رکھائیں کی سرزی میں پر زبردست قابض ہیں، کیونکہ ان کی شکل و صورت، ان کا رہن سہن، ان کے رسم و رواج سب بنگالیوں سے ملتے جلتے ہیں، اس فرمان کے بعد روہنگیا مسلمانوں کے جبری انخلا کا سلسلہ شروع ہوا۔

رکھائیں کی سرحد بگلہ دیش کے ساتھ ملتی ہے جس کے درمیان میں "خلیج بنگال" واقع ہے، روہنگیا مسلمان جب اپنی جانوں کی حفاظت کے لیے خلیج بنگال کو عبور کر کے بگلہ دیش میں داخل ہونے کی کوشش کرتے تو بگلہ دیش یہ کہتے ہوئے اپنی سرحد پیں بند کر دیتا کہ یہ لوگ برما کے ہی شہری ہیں، ان کا بگلہ دیش سے کوئی تعلق نہیں، پھر یہ مظلوم انہیں کشتیوں میں بھوکے پیاس سے بھکلتے بھکلتے جاں بحق ہو جاتے اور اگر وہ رکھائیں کو واپس آنے کی ہمت کرتے تو بری فوج انہیں بگلہ

اور بری بدھ آڑے آئے اور کسی بھی صورت یہ ممکن ہو نہیں دیا، بلکہ برما کی آزادی کے بعد بھٹکوں نے سب سے پہلی فرصت میں رکھائیں سے "مسلم مٹاؤ" کی پالیسی اختیار کی اور اس پرختی سے عمل شروع کیا۔

رکھائیں کا علاقہ دیگر صوبوں کے مقابلہ زیادہ خوشحال تھا، خاص کر چاول کی پیداوار کی وجہ سے دیگر علاقوں پر اسے فوکیت حاصل تھی اس لیے بری حکومت رکھائیں کو آزاد چھوڑ نے یا بگلہ دیش میں شامل ہونے کے حق میں قطعی نہیں تھی، بلکہ اس نے یہ کوشش شروع کی کہ رکھائیں سے مسلمانوں کا مکمل صفائی کر کے اسے مکمل طور پر "بدھ ریاست" بنا لی جائے، اس مقصد کے تحت رکھائیں کو آزادی کے پہلے سے ہی نشانہ بنایا جاتا رہا، آزادی کے بعد ان کا ررواائیوں میں شدت پیدا ہو گئی۔

1941ء میں اراکان میں بھٹکوں نے "تھاکن" نامی ایک شدت پسند تنظیم کی بنیاد ڈالی، اس کا شدت پسند لیڈر "اجوکھائیں" تھا، اس نے پہلے مقامی بھٹکوں کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا، پھر انہیں اسلحہ فراہم کیے، اور پھر اسی کے اشارہ پر 26 مارچ 1942ء کو رکھائیں میں بیٹنے والے بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام کا آغاز ہوا، یہ سلسلہ تقریباً تین مہینوں تک چلتا رہا، جس میں ایک رپورٹ کے مطابق تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا گیا، جبکہ کتنی لاکھ مسلمان بے گھر و بے آسرا ہو گئے۔

1950ء میں دوسری پار رکھائیں کے مسلمانوں پر قیامت ثوٹی، بڑے پیانہ پروشنست و بر بریت کا شکنا ناچ ناچا گیا، گھروں کو جلا یا گیا، عصموں کو تارتار کیا گیا اور مردوں کو مختلف قسم کی سخت اذیتیں دے کر انہیں شہید کر دیا گیا۔

1962ء کو برما میں "جزل نے ون" (Nay Win) کے دور کا آغاز ہوا اور پورا ملک فوجی اقتدار کے رحم و کرم پر آگیا، یہ مسلمانوں کی اپنالاء و آزمائش کی ایک نئی شروعات تھی جو پہلے سے کہیں زیادہ سکھیں اور سخت تھی، برما میں فوجی حکومت قائم ہو گئی، جس نے رکھائیں مسلمانوں کو باغی قوم قرار دے دیا، انہیں فوج سے پورے طور پر باہر کر دیا گیا اور پھر مسجدوں و مدرسوں پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔

1967ء میں بری حکومت نے مختلف قسم کے اقتصادی قانون و ضابطے نافذ کیے، زمینیں، صنعتیں، اور خجی تجارت کو قومی تحریک میں لے لیا گیا، مارکشیں اور دکانیں ختم کر دی گئیں، کسانوں سے جانور چھین لیے گئے، راشن کی زبردست قلت کی وجہ سے بھوک مری عام ہو گئی، اور اس طرح

عام کے ٹھیک ایک سال بعد "نائم میگرین" نے اپنے سرورق پر 1969 کے سربراہ "آشن وراتو" (Ashin Wirathu) کی تصویر "The Face of Buddhist Terror" (بدھ ازم دہشت کا چہرہ) کے عنوان سے شائع کی، جس پر دنیا بھر کے بدھت عوام نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور لاکھوں کی تعداد میں مظاہرہ کیا، اور برم حکومت نے غالباً سطح پر احتجاج درج کیا۔

واضح رہے کہ 1969 کی تحریک میں زیادہ تر بدھت کے علماء شامل ہیں، اور اس تحریک کے لیے مذکورہ عدد کا اختیار مسلم عوام میں جاری 786 عدد کے مقابل میں کیا گیا ہے، بدھ ازم میں عد کو اہمیت دی جاتی ہے اس لیے ایسے اعداد کا استعمال کیا گیا جو 1967 سے پڑا ہوا، اور اس کی پشت پر کوئی پیغام بھی ہو، چنانچہ اس میں پہلا ہندسہ نو (۹) گوتم بدھ کی خصوصی صفات کی علامت ہے، اس کے بعد پنجمے (۶) کا ہندسہ بدھ ازم کی پچھے خصوصی صفات یا اس کی تعلیمات اور آخری نو (۹) کا ہندسہ بدھ نگہ (راہب برادری) کی نمائندگی کے طور پر ہے۔

گذشتہ کئی صدیوں سے روہنگیا مسلمان ظلم کی پچھی میں پس رہے ہیں، ابھی تک ان کے بچے نگے بدن، ننگے بیرون، پھٹے پرانے کپڑے پہنے مقابل رحم حالت میں دھائی دیتے تھے، لیکن اب یہ زندگی بھی انھیں نصیب نہیں، اب آزاد فضائیں انھیں سانس لینے کا بھی حق نہیں رہا۔

ایسے روح فرسا اور عکسین حالات میں خوش آئند باتیں یہ ہے کہ اراکان کے مسلمانوں نے اپنے دین و مذہب کا کبھی سودا نہیں کیا، ایک بھی خبر ایسی موصول نہیں ہوئی کہ مسلمانوں نے اپنی جان و مال کے خوف سے اسلام کو چھوڑ کر بدھت نظام کو اختیار کیا ہو۔ جبکہ دوسری جانب مقابل غور بات یہ ہے کہ بدھتوں کے مہاتما "گوتم بدھ" کے پارے میں مشہور ہے کہ وہ امن و شانتی کے پامبر تھے، شدت پسندی سے بالکل دور تھے، گھر گھر بھیک مانگ کر نفس گشی کی تعلیم دیتے تھے، اور ان کی زندگی کا خلاصہ ہی بھائی چارہ و انسانی ہمدردی تھا، لیکن اس عظیم شخصیت کو ماننے والی یہ بدھت قوم آج اتنی جارحانہ اور شدت پسند کیوں ہو گئی؟ کس پلانگ کے تحت بدھتوں کی ذہن سازی کی گئی اور کس طرح ان کے ذہنوں میں مسلم نفرت کے شیع بودیے گئے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے سیاسی و مذہبی عوامل کا نہ آج تک درست تجزیہ ہوسکا، اور نہ اس کے حل کی سمجھیدہ کوشش ہی کی جاسکی!

دیشی دہشت گروہ کے کرگولیوں کا نشانہ بنالیتی، اس طرح روہنگیا مسلمان برما اور بگلہ دیش کی بہت دھرمی کی بھینٹ چڑھنے لگے۔

1982ء کے بعد سے روہنگیا میں مسلمانوں کی شہریت چھین لی گئی، رفتہ رفتہ انھیں سرکاری نوکریوں سے برطرف کر دیا گیا، ان کی جانکاریوں پر قبضہ کر لیا گیا، ان کے کاروبار پر تالے لگادے گئے، اور ترقی کے سبھی راستوں کو مسدود کر دیا گیا۔ اس طرح ایک آزاد ملک کے آزاد باشندوں سے ان کی آزادی چھین لی گئی، اور وہ اپنے ہی ملک میں غلام بن گئے، نہ انھیں تعلیم کا حق، نہ ترقی کے موقع، نہ رکھائی سے باہر سفر کا اختیار، اور نہ کسی سرکاری امداد کا استحقاق! اب یہ لاکھوں افراد بے سہارا اور بے آسرا ہیں، نہ ان کا کوئی وطن ہے، اور نہ ان کی کوئی شناخت، سوائے اس کے وہ سب مسلمان ہیں!

1991ء میں پھر مسلمانوں کو تختہ مشق بنا لیا گیا، متعدد مسجدوں کو نذر آتش کر دیا گیا، بے شمار قرآنی سنہوں کو پھاڑ کر آگ لگادی گئی، دکانوں کو لوٹ لیا گیا، لاشوں پر لاشیں بچا دی گئیں، اور روہنگیا کی سڑکیں خون مسلم سے سرخ ہو گئیں۔

15 مئی 2001ء کو بدھتوں نے ایک بار پھر مسلمانوں کو نشانہ بنایا، گیارہ مسجدیں مسماਰ کر دیں، چار سو سے زائد گھروں کو آگ لگادی، اور دو سو افراد کو موت کے گھاث اتار دیا گیا، جن میں سے بیس افراد وہ تھے جو مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے، انھیں اس قدر پینا گیا کہ وہ جان کی بازی ہار گئے۔ بدھوں کا مطالبہ تھا کہ مسلمانوں کی مسجدوں کو مسماਰ کر دیا جائے جسے حکومت نے سارے غالی قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے منتظری دیدی، جس کے نتیجہ میں متعدد مسجدیں زمیں بوس اور بعض مقلع کر دی گئیں، مسلمان اپنے گھروں میں عبادت کرنے پر مجبور ہو گئے، اور ایک بڑی تعداد نے وہاں سے بھرت کر لی، آج لاکھوں کی تعداد میں بڑی مسلمان تھائی لینڈ اور بگلہ دیش کی سرحدوں پر خیروں میں زندگی گزار رہے ہیں۔

2012ء میں 1969 نام کی شدت پسند بدھت تحریک نے جو قتل عام مجاہیا اس نے پوری دنیا میں سنسنی کی ایک لہر دوڑا دی، بدھ مکھتوں نے گیارہ مسلمانوں کو بس سے اتار کر قتل کر دیا، اور پھر تقریباً پچھاس دنوں تک پورے صوبہ میں قتل و غارت کا شنگا ناج ہوتا رہا، اور دنیا بھر میں امن و انسانیت کے ٹھیکیدار خاموش تماشائی بننے رہے۔ اس قتل

## قتوت نازلہ

جب اسلام اور مسلمانوں پر کہیں مظالم ہوں تو اس دعا کو صبح کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد رکوع پڑھنا چاہیے۔

”اللَّهُمَّ أَهْدِنِي فِي مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِي مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِي مَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِي مَا أَعْطَيْتَ وَقُنْتِ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِيُّ وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذَلُّ مَنْ وَالْيَتْ وَلَا يَعْزُزُ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكَ رَبُّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْفَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنَهُمْ وَانْصُرْهُمْ عَلَى عَدُوْكَ وَعَدُوْهُمْ، اللَّهُمَّ الْعَنِ الْكُفَّارِ الَّذِينَ يَصْدُوْنَ عَنْ سَبِيلِكَ وَيُكَذِّبُونَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُونَ أُولَئِكَ اللَّهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلْمَاتِهِمْ وَزَلْزِلْ أَقْدَامَهُمْ وَأَنْزِلْ بَيْنَهُمْ بَأْسَكَ الَّذِي لَا تَرْدَدَهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ إِلَهُ الْحَقِّ أَمِينَ، اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابَ وَمُحْرِي السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمُ اللَّهُمَّ إِنَّا نَحْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ۔“

(اے اللہ! راہ دکھا مجھے ان میں جن کو تو نے راہ دکھائی اور سلامتی دے ان میں جن کو تو نے سلامتی دی اور دوست رکھ مجھ کو ان میں کہ جن کو تو نے دوست رکھا، اور برکت دے مجھے اس نعمت میں کہ عطا کی تو نے اور بچا لے مجھ کو اس بدی سے جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے، بیشک تو حکم دیتا ہے اور تجوہ کو حکم نہیں دیا جاتا، بے شک تو جس کو دوست رکھ دہ رسوئیں ہوتا اور نہیں عزت پاتا جس سے تو دشمنی رکھے، اے ہمارے رب تو برکت والا ہے اور تو بلند مرتبہ ہے، ہم تجوہ سے استغفار کرتے ہیں اور تجوہ سے توبہ کرتے ہیں اور رحمت اللہ کی ہونی چاہیے اللہ پر، اے اللہ! ہم کو اور تمام مومن مرد عورتوں کی مغفرت فرماء اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت دے اور اصلاح کر ان کے درمیان اور ان کی مدد کر، ان کے اور اپنے دشمن پر لعنت بھیج، کافروں پر جو تیرے نبیوں کو جھلاتے ہیں اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں، اے اللہ! ان کی باتوں میں اختلاف پیدا کر دے اور ان کے قدموں کو ڈگ کا دے اور نازل فرما ان پر ایسا عذاب نہ پلٹے نافرمان قوم سے، اور ان پر اپنی سختی اور عذاب مسلط فرماء، اے معبد بحق (قبول فرماء) اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے اور بادلوں کے چلانے والے اور لشکروں کے ہرانے والے، ان کو شکست دے اور ہماری ان پر مدد فرماء، اے اللہ! ہم تجوہ کو ان کے سامنے کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔)

R.N.I. No.  
UPURD/2009/28748

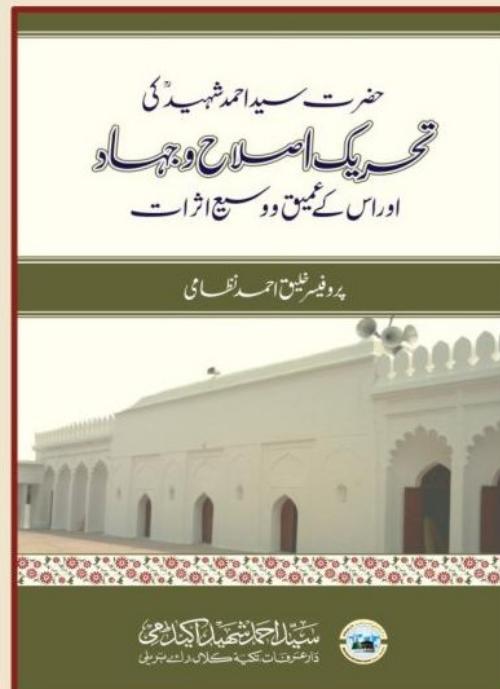
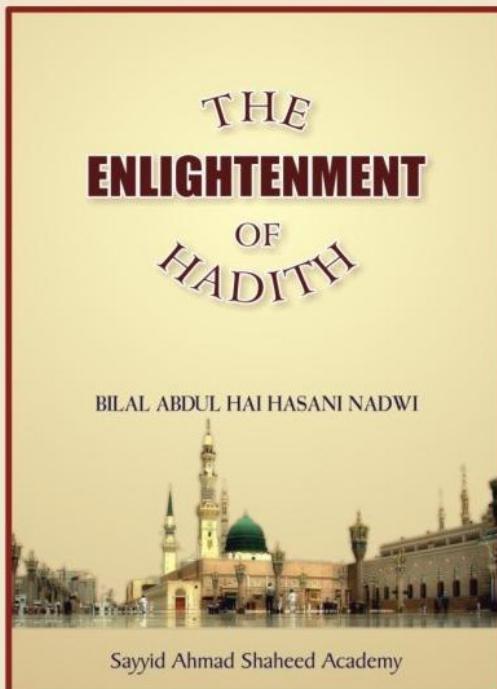
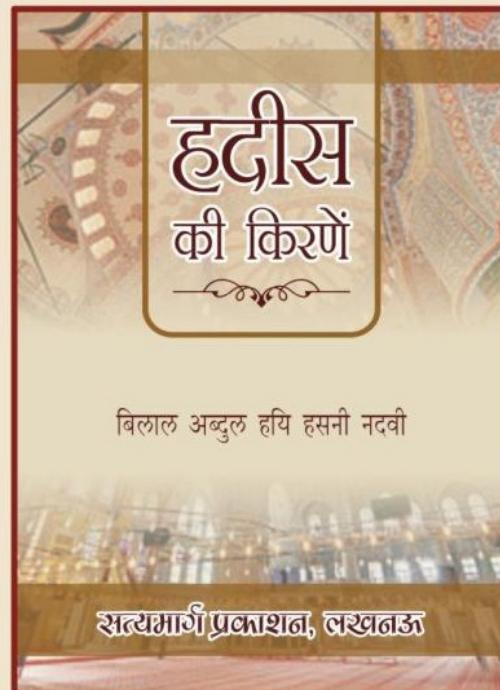
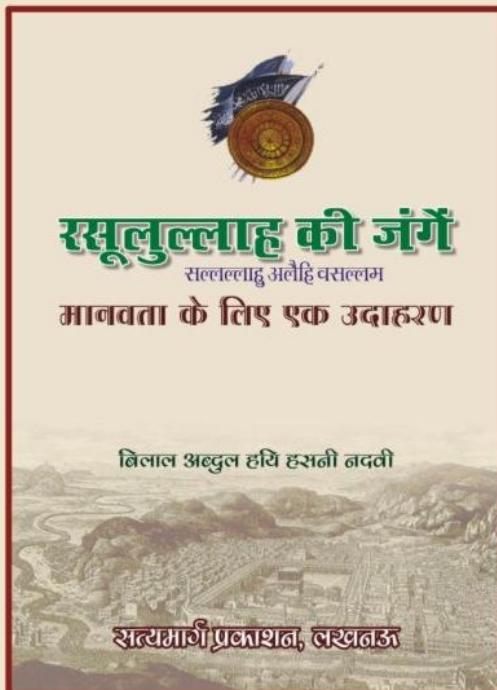
Monthly  
**Payam-e-Arafat**  
Raebareli

Postal Reg. No.  
RBL/NP -19

Volume: 09

OCTOBER 2017

Issue: 10



Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi

**MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI**

E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9565271812

Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.

Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)